شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ
فروری ۲۰۲۵ء

ماہنامہ میثاق لاہور

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

دینِ اسلام اور اس کے تقاضے

دعوتی، تحریکی اور انقلابی نقطہ نظر سے سوشل میڈیا کا استعمال

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

کی شہرۂ آفاق پزیرائی اور مقبولیت کے بعد اب پیش ہے:

❁ امپورٹڈ میٹ پیپر ❁ دیدہ زیب مضبوط جلد ❁ 1248 صفحات

~~4500/-~~ روپے کے بجائے
صرف 2200/- روپے میں

فری ہوم ڈلیوری کے ساتھ

رمضان پیکج کے سلسلے میں

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

maktaba@tanzeem.org 0301-1115348

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ (المائدۃ:۷)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کے میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی!

جلد : 74

شمارہ : 2

شعبان المعظم 1446ھ

فروری 2025ء

فی شمارہ : 50 روپے

سالانہ زرِتعاون : 500 روپے

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مُدیر

حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت:

رضاء الحق، ایوب بیگ مرزا، خورشید انجم

نائب مُدیر

حافظ خالد محمود خضر

ادارتی معاون:

حافظ محمد زاہد، محمد خلیق

مکتبہ خدام القرآن لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700، فون: 3-35869501

ای میل: maktaba@tanzeem.org، 0301-1115348

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

رابطہ برائے ادارتی امور: (042)38939321

publications@tanzeem.org

ویب سائٹ: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: ”دارُالاسلام“ ملتان روڈ چوہنگ لاہور

(پوسٹل کوڈ 53800) فون: 78-(042)35473375

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

عرضِ احوال — 5

وَیۡلٌ لِّلۡعَرَب! — ادارہ

بیانُ القُرآن — 9

سُورۃُ الۡکٰفِرُوۡن تا دعائے ختم القرآن — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مطالباتِ دین — 33

دینِ اسلام اور اس کے تقاضے — ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی

لیل و نہار — 46

اہتمام و انصرامِ نوم — سعد عبداللہ

تقرّب الی اللہ — 51

نمازِ تہجّد کی اہمیت و فضیلت — حافظ عطاء الرحمٰن

حسنِ معاشرت — 63

گھریلو تنازعات: اسباب و تدارک — حافظ محمد اسد

سمع و بصر — 70

دعوتی‘ تحریکی اور انقلابی نقطۂ نظر سے
سوشل میڈیا کا استعمال — آصف حمید

انوارِ ہدایت — 81

وقت کی قدر — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے کامل اتفاق ضروری نہیں!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَيۡلٌ لِلۡعَرَبِ مِنۡ شَرٍّ قَدِ اقۡتَرَبَ

تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ مشرقِ وسطیٰ کے حالات کے تناظر میں اکثر بخاری شریف کی یہ حدیث سنایا کرتے تھے:

((وَيۡلٌ لِلۡعَرَبِ مِنۡ شَرٍّ قَدِ اقۡتَرَبَ))

''عنقریب عربوں کے لیے بہت بڑی تباہی آنے والی ہے اُس آفت کی وجہ سے جو اُن کے سروں پر آن پہنچی ہے۔''

ڈاکٹر اسرار احمدؒ جب یہ حدیث بڑے شدّ و مدّ کے ساتھ سنایا کرتے تھے تو اُس وقت بہت سے لوگوں کو اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ عرب پر کیسے کوئی تباہی آ سکتی ہے۔ خود عرب ممالک بھی اسرائیل سے دوستانہ تعلقات بڑھانے میں پُرجوش تھے جبکہ بعض عرب ممالک اسرائیل کو تسلیم بھی کر چکے تھے اور ان کو یہ زعم تھا کہ اب نہ تو ہمارے اقتدار کو زوال ہے اور نہ ہی ہماری ریاستی سلامتی کو کوئی خطرہ۔ مگر اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی باتیں سچ ثابت ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ جنوری ۲۰۲۵ء میں اسرائیل کے آفیشل سوشل میڈیا نے گریٹر اسرائیل کا ایک نقشہ جاری کیا جس میں فلسطین، شام، لبنان اور اردن کے علاقے شامل ہیں۔ اِس پر سعودی عرب، قطر، اُردن، فلسطینی اتھارٹی اور متحدہ عرب امارات نے شدید احتجاج کیا اور اسرائیل کے اس اقدام کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے ریاستوں کی خودمختاری اور عالمی قوانین اور اصولوں کی خلاف ورزی قرار دیا۔ سعودی وزارت خارجہ نے بین الاقوامی برادری پر زور دیا کہ وہ خطے کے ممالک اور عوام کے خلاف اسرائیل کی خلاف ورزیوں کو روکنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ فلسطینی اتھارٹی کی جانب سے کہا گیا کہ اسرائیلی قبضے کی پالیسیاں، غیر قانونی آبادکاروں کی پیش قدمی اور مسجد الاقصیٰ کے احاطے پر مسلسل حملے اس بات کے متقاضی ہیں کہ فلسطینی عوام کو جنگ اور تباہی کا نشانہ بننے سے روکنے کے لیے فوری طور پر ایک بین الاقوامی موقف اختیار کیا جائے۔ متحدہ عرب امارات کی وزارت خارجہ نے اس اسرائیلی اقدام کو قبضے کو وسعت دینے کی دانستہ کوشش اور عالمی قوانین کی کھلم کھلا خلاف

ورزی قرار دیتے ہوئے اسے واضح طور پر مسترد کرنے پر زور دیا۔

اسرائیلی آفیشل سوشل میڈیا نے گریٹر اسرائیل کا جو نقشہ جاری کیا ہے اُس کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ فیز ون یعنی پہلا مرحلہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد فیز ٹو یعنی دوسرا مرحلہ بھی ان کی منصوبہ بندی میں شامل ہو گا جس کا اظہار اکثر اسرائیلی حکام کے بیانات میں ہوتا رہا ہے۔ ایریل شیرون نے کہا تھا کہ دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا سارا علاقہ گریٹر اسرائیل بنے گا۔ بعض اسرائیلی اس میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کو بھی شامل کرتے ہیں (معاذ اللہ) جو کہ مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں۔ یہ اسرائیلی عزائم پورے عالمِ اسلام کے لیے انتہائی خطرے اور تشویش کی علامت ہیں، لیکن حیرت انگیز طور پر مسلمان اِس عظیم خطرے سے نمٹنے کی بجائے نہ صرف غفلت کا شکار ہیں بلکہ اکثر مسلم حکمران دانستہ وغیر دانستہ طور پر مغربی ایجنڈے کو ہی آگے بڑھاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مسلم ممالک کی خودمختاری اور سالمیت کے خلاف اسرائیل کے اِن کھلم کھلا عزائم اور مسلمانوں کی نسل کشی کے خلاف پورا عالمِ اسلام متحد ہو کر ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرتا اور مسلم ممالک کی خودمختاری کے تحفظ کے لیے مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جاتا۔ بجائے اس کے ۴۷ مسلم ممالک کے حکام نے اسلام آباد میں منعقدہ مشترکہ کانفرنس میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے نظامِ تعلیم کو نشانہ بنانا ضروری سمجھا اور ''لڑکیوں کی تعلیم'' کے نام پر مادر پدر آزاد مغربی معاشرت کو مسلم معاشروں میں رائج اور نافذ کرنے پر زور دیا گیا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنے دروسِ قرآن میں بھی اور بانی تنظیم اسلامی کی حیثیت سے بھی شروع دن سے ہی یہ کہتے آئے کہ جو عرب ممالک فلسطینیوں کی نسل کشی اور ان پر اسرائیلی مظالم سے نظریں چرا کر اسرائیل کے ساتھ دوستانہ تعلقات بڑھانے کے خواہش مند ہیں، جلد یا بدیر اسرائیل کے بڑھتے ہوئے جارحانہ ہاتھ ان کے گریبانوں تک بھی پہنچیں گے۔ انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ہمیشہ عرب ممالک کے حکمرانوں اور عوام کو اس حوالے سے جگانے کی کوشش کی۔ ہم جانتے ہیں کہ آج عرب ممالک اسرائیلی عزائم کے خلاف جو احتجاج اور مذمت کر رہے ہیں اس سے کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ تاہم ان ممالک کو کم از کم یہ احساس تو ہوا کہ ان کی سالمیت خطرے میں ہے۔ اگر اب تک یہ اسرائیل کے حوالے سے کسی فریب کا شکار تھے تو اب ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ مذمت اور احتجاج سے آگے بڑھ کر اپنی بقا اور سالمیت کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔ امریکہ اور مغرب پر انحصار کی بجائے اپنے بازوؤں میں دم پیدا کریں اور کھل کر اہلِ غزہ اور حماس کی مدد اور حمایت کریں۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب نے اپنے دورۂ پاکستان کے دوران کہا تھا کہ مسلم ممالک کو مل کر نیٹو کے طرز پر اپنا عسکری اتحاد بنانا چاہیے۔ ۳۴ عرب ممالک کی جو مشترکہ فوج بنائی گئی تھی وہ اس وقت کہاں ہے؟ اب تک اس کا کوئی کردار سامنے کیوں نہیں آیا اور کیا مستقبل میں مسلمانوں کے تحفظ کے لیے اس کا کوئی کردار ہوگا؟ اس حوالے سے بھی عرب ممالک کو سوچنا چاہیے۔ اسرائیلی ذرائع نے گریٹر اسرائیل کے فیز ون کا نقشہ جاری کر کے عرب ممالک کو واضح پیغام دے دیا ہے کہ وہ اپنے جارحانہ اقدامات سے پیچھے نہیں ہٹے گا' لہٰذا عرب ممالک کو بھی ہنگامی بنیادوں پر اپنے دفاع کا انتظام کرنا چاہیے۔

اسرائیلی عزائم کے نتیجہ میں عالمِ اسلام کے مرکز حرمین شریفین کی سلامتی اگر خطرے میں پڑتی ہے تو یہ پورے عالمِ اسلام کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگا۔ اسرائیل اور اس کی پشت پناہ قوتیں یہ جانتی ہیں کہ اس صورت میں پاکستان بھی کسی صورت پیچھے نہیں رہے گا۔ چونکہ وہ پاکستان پر براہِ راست حملہ نہیں کر سکتے اس لیے اس کی میزائل ٹیکنالوجی پر پابندیاں عائد کر رہے ہیں۔ پاکستان میں سیاسی اور معاشی عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے تمام ذرائع اور حربے استعمال کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے انتشار پھیلایا جا رہا ہے۔ افواجِ پاکستان اور عوام کے درمیان نفرت کی خلیج بڑھائی جا رہی ہے۔ ان کی کوشش ہوگی کہ معاشی طور پر پاکستان کو اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ آخر کار وہ اپنی ایٹمی صلاحیت کو رول بیک کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے میزائلوں کی رینج اسرائیل تک نہیں ہے' اور اگر ہو بھی تو راستے میں پانچ مقامات پر ان کو مار گرایا جا سکتا ہے۔ پاکستان کا پڑوسی بھارت اسرائیل کا فطری اتحادی ہے' اس لیے پاکستان کے خلاف یہ سب اقدامات اُٹھائے جا رہے ہیں۔ دوسری جانب پاکستان کے حکمرانوں' سیاست دانوں' عسکری قیادت اور دیگر مقتدر حلقوں کو بھی یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے والے عرب ممالک کی سالمیت اور خود مختاری کی اگر اسرائیلی عزائم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں تو وہ پاکستان کا بھی کسی صورت میں کوئی لحاظ نہیں کرے گا۔ لہٰذا ہماری سیاسی اور عسکری قیادتوں کو چاہیے کہ وہ امریکی مفادات کا تحفظ کرنے اور مغرب کے CEDAW جیسے ایجنڈوں کا تحفظ کرنے کی بجائے اپنی ملکی سلامتی اور بقا کے تحفظ کو ترجیح اول بنائیں۔ خاص طور پر جس نظریہ کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا اس کے نفاذ کو یقینی بنائیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ عربوں کے لیے وَیۡلٌ لِلۡعَرَبِ کی بات کرتے تھے کہ قرآن عربوں کی زبان میں نازل ہوا تھا' بجائے اس کے کہ وہ قرآن کے پیغام کو دنیا تک پہنچاتے اور اس کے نظام کو قائم کر کے دنیا کو ایک نمونہ دکھاتے' وہ نیشنل ازم اور سیکولرازم جیسے مغربی مکروفریب

کا شکار ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے خلافت کے خاتمے میں بھی مغرب کا ساتھ دیا۔ ڈاکٹر صاحبؒ پاکستان کے حوالے سے بھی خبردار کرتے تھے کہ عربوں کے بعد سب سے بڑی تباہی پاکستان کی ہوگی کیونکہ یہ ملک ہم نے اسلام کے نام پر لیا اور پھر مسلسل اسلام سے سرکشی اور بغاوت کے راستے پر ڈٹ گئے۔ اس وعدہ خلافی اور دین سے بے وفائی کا نتیجہ بہت بڑی تباہی کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ اسلام سے دُوری نسلی، لسانی اور جغرافیائی بنیادوں پر ہمیں تقسیم کر کے کمزور کردے گی۔ ہمارے حکمران محض امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے امارتِ اسلامیہ افغانستان سے جنگ اور محاذ آرائی سے باز رہیں۔ آپس کی اس جنگ میں کودنے سے فائدہ صرف اسرائیل اور امریکہ کو پہنچے گا۔ پاکستان کے حصے میں صرف نقصان آئے گا اور شاید ہم ۱۹۷۱ء سے بھی بدتر حالات سے دوچار ہو جائیں۔ ان حالات میں جبکہ پورا عالمِ کفر مسلمانوں کے خلاف متحد ہو رہا ہے اور گریٹر اسرائیل کی راہ ہموار کر رہا ہے، ہمیں اپنے پڑوسی مسلم ممالک سے محاذ آرائی اور جنگ چھیڑنے کی حماقت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ ان حالات میں ہمیں آپس کے تعلقات کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا چاہیے تاکہ عالمِ اسلام کے خلاف متحد ہونے والی طاغوتی قوتوں سے خطرے کی صورت میں ایک دوسرے کے دست و بازو بن کر ان کا مقابلہ کر سکیں۔

آج پورے عالمِ اسلام کو یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیے کہ خلافت کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کی آپس کی تقسیم اور لڑائیوں نے صرف اور صرف اسرائیل کو فائدہ پہنچایا ہے۔ عرب نیشنلزم کے جھانسے میں آکر جو ممالک خلافتِ عثمانیہ کے خلاف مغربی قوتوں کے آلۂ کار بنے، آج ان پر واضح ہو جانا چاہیے کہ نیشنلزم محض دھوکا اور فریب تھا۔ یہ اُمّت کو تقسیم کر کے اس کے سینے میں اسرائیل جیسے زہریلے نشتر کو پیوست کرنے کی صہیونی سازش تھی۔ اُمّتِ مُسلمہ کو تقسیم کر کے جو قومی ریاستیں بنائی گئیں اُن کا فائدہ باطل قوتوں کو ہی ہو رہا ہے کیونکہ وہ ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کے فارمولے پر گامزن ہیں۔ اس سے سبق سیکھتے ہوئے پورے عالمِ اسلام کو مغرب کے پھیلائے ہوئے نیشنلزم، سیکولرازم اور لبرل ازم جیسے فریبوں سے نکل آنا چاہیے اور متحد ہو کر خلافت کے نظام کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش اور جِدّوجُہد شروع کرنی چاہیے۔ ایک نمائندہ مثالی اسلامی فلاحی مملکت ہی عالمِ اسلام کے مسائل کا اصل حل ہے کیونکہ طاغوتی قوتوں کا اصل خواب یہی تھا کہ خلافت کا نظام کبھی قائم نہ ہو۔ جب ایسا نظام قائم ہوگا تو وہ باطل کے تمام حربوں کا توڑ ہوگا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ عوام کے اندر ایمانی تحریک پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ پاکستان سمیت اُمّتِ مُسلمہ کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ

تمہیدی کلمات

سورۃ الکافرون گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُن لوگوں سے اعلانِ براءت ہے جن پر ہر لحاظ سے ’’حق‘‘ واضح ہو چکا تھا اور وہ اس اتمامِ حُجت کے باوجود بھی آپؐ کو جھٹلانے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ موڑ ہر رسولؑ کی دعوت کے سفر کے دوران آتا رہا ہے۔ ظاہر ہے ایسے اعلان کا انداز ناصحانہ یا واعظانہ نہیں بلکہ جارحانہ ہوتا ہے۔ یہ سورہ مبارکہ مکہ مکرمہ کے اُس دور میں نازل ہوئی جب قریشِ مکہ وقتاً فوقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مصالحت کی مختلف تجویزیں لے لے کر آتے رہتے تھے تاکہ آپؐ ان میں سے کسی ایک کو مان لیں اور وہ نزاع ختم ہو جائے جو آپؐ کے اور اُن کے مابین پیدا ہو چکا تھا۔ اس پر یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی جس نے کفارِ مکہ کی ساری اُمیدوں کو خاک میں ملا دیا اور انہیں ہمیشہ کے لیے مایوس کر دیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ
عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ
عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾

آیت ۱ ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾﴾ ’’(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کہہ دیجیے کہ اے کافرو!‘‘

نوٹ کیجیے! یہ داعیانہ طرزِ تخاطب نہیں ہے‘ بلکہ لاتعلق اور علیحدہ ہونے کا انداز ہے۔ ظاہر ہے ایک داعی تو اپنے مخاطبین کو یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ کہہ کر پکارتا ہے‘ کہ اے اللہ کے بندو! میری بات

سنو! گویا کلمۂ تخاطب میں ہی مفہوم واضح کر دیا گیا کہ اگر میری تمام تر ناصحانہ کوششوں کے باوجود بھی تم لوگوں نے کفر وانکار پر ڈٹے رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو تمہارا یہ فیصلہ اور طرزِ عمل تمہیں مبارک ہو۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے بعد اب میری اور تمہاری راہیں جدا ہو چکی ہیں۔

آیت ۲ ﴿لَآ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝۲﴾ ''مَیں اُن کو ہرگز نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو۔''

آیت ۳ ﴿وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۝۳﴾ ''اور نہ تم پوجنے والے ہو اُسے جسے مَیں پوجتا ہوں۔''

اس آیت میں ان کے تمام معبودوں کی نفی کر دی گئی ہے۔ وہ لوگ اللہ کی پرستش تو کرتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کے بھی قائل تھے۔ اس پس منظر میں ان پر واضح کیا جا رہا ہے کہ جس طرح مَیں خالص اللہ کی بندگی کرتا ہوں' اس طرح تم لوگ صرف اور صرف اُس کی پرستش نہیں کرتے ہو۔ چنانچہ تمہاری اس انداز کی پرستش تمہارے اپنے خود ساختہ معبودوں کی پرستش تو ہو سکتی ہے' ایک اللہ کی پرستش نہیں ہو سکتی۔

آیت ۴ ﴿وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۝۴﴾ ''اور نہ ہی مَیں آئندہ کبھی پوجنے والا ہوں اُن کو جن کی تم پرستش کر رہے ہو۔''

ان آیات میں بظاہر تکرار نظر آتی ہے' لیکن درحقیقت اس اسلوب میں ماضی' حال اور مستقبل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یعنی نہ مَیں نے زمانہ ماضی میں کبھی تمہارے معبودانِ باطل کی پرستش کی اور نہ آئندہ کبھی تم مجھ سے اس کی توقع کر سکتے ہو۔

آیت ۵ ﴿وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۝۵﴾ ''اور نہ تم پُوجنے والے ہو اُس کو جس کو مَیں پُوج رہا ہوں۔''

آیت ۶ ﴿لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ۝۶﴾ ''اب تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

اب میرا تمہارا تعلق ختم۔ تم لوگ جس راستے پر جا رہے ہو تمہیں وہ راستہ مبارک ہو۔ تم اپنے حال میں مست رہو' مَیں اپنے دینِ حق پر ثابت قدم ہوں۔ حق و باطل کا یہ معرکہ اپنے منطقی انجام تک پہنچ کر رہے گا اور تم دیکھو گے کہ جلد ہی جزیرہ عرب پر دینِ اسلام غالب آ کر رہے گا۔ ۞

سُوْرَۃُ النَّصْرِ

تمہیدی کلمات

سورۃ النصر کے بارے میں اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مدنی ہے‘لیکن میری تحقیق کے مطابق یہ سورت ابتدائی مکّی دور میں نازل ہوئی اور اس میں حضورﷺ کو خوشخبری سنائی گئی کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے آپؐ اپنے مشن میں کامیاب ہوجائیں گے اور لوگ فوج درفوج اللہ کے دین میں داخل ہونا شروع ہوجائیں گے۔ اس مفہوم میں میرے نزدیک اس سورت کے مضمون کا سورۃ الانشراح کی ان آیات سے گہرا تعلق ہے: ﴿فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۞ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ۞﴾ ’’پھر جب آپؐ فارغ ہوجائیں تو خوب محنت کیجیے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہوجائیے‘‘۔ بلکہ اس سورت کی آخری آیت کے الفاظ ﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ﴾ تو سورۃ الانشراح کی مذکورہ آیات کے مضمون کا تسلسل محسوس ہوتے ہیں۔(۱)

واضح رہے کہ قرآن مجید کے مختلف مصاحف میں کسی سورت کے بارے میں مکّی یا مدنی

۱۔ سورۃ النصر کے زمانۂ نزول کے بارے میں مفسرین نے مختلف آراء نقل کی ہیں۔ ایک یہ کہ فتح مکہ کے بعد نازل ہونے والی سورتوں میں یہ سب سے آخری سورت ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ فتح مکہ سے پہلے اس کی بشارت کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ بیان نقل ہوا ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے‘ یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت رسول اللہﷺ پر نازل نہیں ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول روایت کے مطابق یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر ایامِ تشریق کے وسط میں بمقام منیٰ نازل ہوئی اور اس کے بعد حضورﷺ نے اونٹنی پر سوار ہوکر اپنا مشہور خطبہ (خطبۂ حجۃ الوداع) دیا۔ روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضورﷺ نے فرمایا کہ مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے۔

لکھا ہونا حرفِ آخر نہیں ہوتا۔ دراصل طویل سورتوں کے زمانۂ نزول کے بارے میں توتیقّن کے ساتھ معلوم ہے کہ یہ مکّی ہیں یا مدنی' چنانچہ ان کے بارے میں مفسّرین کا اجماع ہے' جبکہ چھوٹی سورتوں میں سے اکثر کے زمانۂ نزول سے متعلق تفاسیر میں بہت سے اقوال ملتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

آیت ۱ ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾﴾ ''جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح نصیب ہو۔''

آیت ۲ ﴿وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ﴿۲﴾﴾ ''اور آپؐ دیکھ لیں لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج۔''

آیت ۳ ﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ﴾ ''تو پھر آپؐ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کیجیے' اور اُس سے مغفرت طلب کیجیے۔''

﴿اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾﴾ ''یقیناً وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔''

یعنی ابھی تو آپؐ کو دعوت و تبلیغ اور فریضۂ رسالت کے سلسلے میں بہت سی مشقتیں اٹھانی ہیں اور جنگ و قتال کے مراحل سے گزرنا ہے' لیکن جب آپؐ اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں یعنی اللہ کا دین غالب ہو جائے تو آپؐ ہمہ وقت' ہمہ تن اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جایئے گا۔ نوٹ کیجیے! سورۃ الانشراح کی آخری آیات میں بھی اسی اسلوب و انداز میں بالکل ایسا ہی حکم دیا گیا ہے۔

❁

◄ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ اس میں حضور ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ جب اللہ کی نصرت آ جائے اور فتح نصیب ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپؐ کا وقت آن پورا ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اللہ کی حمد اور استغفار کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی ابن عباسؓ کے اس قول کی تائید منقول ہے۔ (حاشیہ از مرتّب)

سُوْرَۃُ اللَّھَبِ

تمہیدی کلمات

حضورﷺ اپنی بعثت کے بعد تقریباً تین سال تک دعوت و تبلیغ کا فریضہ زیادہ تر ذاتی سطح کی انفرادی ملاقاتوں (PP calls) کے ذریعے سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران آپؐ نے اپنے خاندان یعنی بنو ہاشم کے لوگوں کو دعوت کی غرض سے دو مرتبہ کھانے پر مدعو کیا۔ بعض مستشرقین نے آپؐ کے اس دور کے دعوتی رابطوں کو زیر زمین (under ground) سرگرمیوں کا نام دیا ہے جو کہ بالکل خلافِ حقیقت بات ہے، البتہ اسے دھیمے انداز کی (low key) دعوت کہا جا سکتا ہے۔

بہر حال جب سورۃ الحجر کی آیت ﴿فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۹۴﴾﴾ کے ذریعے آپؐ کو حکم ملا کہ آپؐ اپنی دعوت کو ڈنکے کی چوٹ عام کریں تو آپؐ نے قریشِ مکّہ کو کھلے عام دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لیے آپﷺ نے معاشرے کے عام رواج کے مطابق ایک دن کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر وَاصَبَاحَاہ کا نعرہ بلند کیا۔ اس زمانے میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو کسی اہم خبر سے متنبہ کرنا چاہتا تو وہ برہنہ حالت میں کسی بلند جگہ پر کھڑے ہو کر وَاصَبَاحَاہ کی آواز بلند کرتا۔ عرب میں یہ نعرہ خطرے کا الارم سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ جو کوئی بھی اُسے اس حالت میں دیکھتا یا اس کی آواز سنتا وہ اس کی بات سننے کے لیے فوراً اس کی طرف دوڑ پڑتا۔ اُس زمانے میں زیادہ تر خبریں مخالف قبیلوں کے حملوں وغیرہ کے بارے میں ہوتی تھیں، اس حوالے سے کلمہ وَاصَبَاحَاہ کا مفہوم یہ تھا کہ کل تم لوگ بہت بُری صبح کا سامنا کرنے جا رہے ہو۔ (اُس زمانے میں یہ گویا ہنگامی پریس کانفرنس کا ایک انداز تھا۔) چنانچہ حضورﷺ نے اسی رواج پر جزوی انداز سے عمل کرتے ہوئے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر وَاصَبَاحَاہ کے اعلان سے لوگوں کو اپنی طرف متوجّہ کیا۔ گویا آپؐ بھی ان لوگوں کو ایک بھیانک صبح کی خبر دینے والے تھے،

اگر چہ یہ خبر اگلے دن کی معمول کی صبح کی نہیں تھی بلکہ صبح قیامت سے متعلق تھی: ؎

بات کوئی تو ہنسی کی نکلے
خندۂ صبح قیامت ہی سہی!

بہرحال جب قریش کے لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے اندارِ آخرت کے بارے میں ایک مدلّل و مؤثر خطبہ ارشاد فرمایا۔ ابولہب آپؐ کے گھر کھانے کی دعوت میں آپؐ کی یہ باتیں پہلے بھی سن چکا تھا۔ اس نے اس موقع پر انتہائی گستاخانہ انداز میں کہا: تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟ کہ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں (معاذ اللہ! نقل کفر کفر نباشد) تم نے صرف اس بات کے لیے ہمیں بلایا تھا؟ چنانچہ اُس کے اس رویے اور اس جملے کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی اور اسے ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا کہ ہاتھ تو دراصل تمہارے ٹوٹے ہیں اور تم اپنی بیوی سمیت دہکتی آگ کے گڑھے میں بھی گر چکے ہو۔

اپنے مضمون کے اعتبار سے اس سورت کا انداز سورۃ الکوثر کی آخری آیت ﴿اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ ۳﴾ سے ملتا جلتا ہے۔ سورۃ الکوثر کی اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دشمنوں کے گستاخانہ فقروں کا جواب خود دیا تھا اور ان پر واضح کر دیا تھا کہ ''ابتر'' تو حقیقت میں تم لوگ ہو اور تمہارے بعد دنیا میں تمہارا کوئی نام لیوا نہیں ہو گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ؕ﴿۱﴾ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ ؕ﴿۲﴾ سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ۚۖ﴿۳﴾ وَّ امۡرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ٪﴿۵﴾

آیت ۱: ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ۱﴾ ''ٹوٹ گئے ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔''

آیت ۲: ﴿مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ ۲﴾ ''کچھ کام نہ آیا اُس کے اُس کا یہ مال اور وہ کمائی جو اُس نے کی ہے۔''

آیت ۳: ﴿سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ۳﴾ ''عنقریب وہ جھونکا جائے گا بھڑکتی ہوئی

آگ میں۔‘‘

لَھَب کے معنی آگ کے شعلے اور انگارے کے ہیں۔ اس شخص کی کنیت (ابولہب) کے حوالے سے یہاں اس لفظ کا استعمال ’’صنعتِ لفظی‘‘ کی بہترین مثال ہے۔ اس کا اصل نام عبدالعُزّیٰ تھا‘ لیکن اپنی سرخ وسفید رنگت کی وجہ سے ’’ابولہب‘‘ (شعلہ رُو) کی کنیت سے مشہور تھا۔ ظاہری اعتبار سے ابولہب بہت وجیہہ اور خوبصورت شخص تھا۔ اس پس منظر میں اس آیت کے الفاظ گویا یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اس شخص کو سرخ وسفید رنگت اور خوبصورت شکل وصورت بھی ہم نے عطا کی ہے اور جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی اسے ہم ہی جھونکیں گے۔

[قرآن مجید کا یہ واحد مقام ہے جہاں دشمنانِ اسلام میں سے کسی شخص کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے‘ حالانکہ مکّہ‘ مدینہ اور دیگر قبائلِ عرب میں حضور ﷺ کے دشمنوں اور بدخواہوں کی کمی نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابولہب حضور ﷺ کا حقیقی چچا اور قریب ترین ہمسایہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھا اور اس شخص نے اسلام کی دشمنی اور کفر کی محبّت میں صلہ رحمی اور خاندانی حمیت جیسی عرب روایات کا بھی کچھ پاس نہ کیا۔]

آیت ۴ ﴿وَّامۡرَاَتُہٗ ؕ﴾ ’’اور اُس کی بیوی بھی۔‘‘

ابولہب کی بیوی بھی حضور ﷺ کی دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش رہتی تھی۔ اس کا نام اَرویٰ بنت حرب اور کنیت اُمّ جمیل تھی اور اس کے دل میں حضور ﷺ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حضور ﷺ کی دشمنی کے اعتبار سے ان دونوں کے بارے میں جو تفصیلات ملتی ہیں ان سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ میاں بیوی میں سے کون حضور ﷺ کا بڑا دشمن تھا۔

قبل ازیں سورۃ التحریم کے آخری رکوع میں ہم خواتین کے کردار کی تین مثالوں کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ پہلی مثال میں حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی کافر بیویوں کا ذکر ہے۔ یہ بہترین شوہروں کے گھروں میں بدترین بیویوں کی مثال ہے۔ پھر فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر گویا بدترین شوہر کے ہاں بہترین بیوی کی مثال ہے۔ اس کے بعد حضرت مریم سلامٌ علیہا کے حوالے سے ایک ایسی خاتون کی مثال بیان کی گئی ہے جو خود بھی نیک فطرت تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کی سرپرستی میں انہیں ماحول بھی ایسا ملا جو نیکی اور پاکیزگی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا۔ گویا وہاں سورۃ التحریم میں خواتین کے حوالے سے تین قسم کی ممکنہ صورتوں کی مثالوں کا ذکر تو ہو چکا

ہے‘ جبکہ اس سلسلے کی چوتھی ممکنہ صورت کا ذکر یہاں اس سورت میں ہوا ہے‘ یعنی شوہر بھی بدترین اور بیوی بھی بدترین۔

﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴﴾ ’’جو ایندھن اٹھانے والی ہوگی۔‘‘

روایات میں چونکہ ذکر ملتا ہے کہ یہ دونوں میاں بیوی بہت بخیل تھے‘ اس لیے بعض لوگوں نے ان الفاظ سے یہ سمجھا ہے کہ یہ عورت جنگل سے لکڑیاں چُن کر لایا کرتی تھی‘ حالانکہ یہ بات خلافِ عقل و قیاس ہے۔ ابولہب نہ صرف بہت مال دار تھا بلکہ معاشرتی لحاظ سے وہ اپنے زمانے کا بہت بڑا منصب دار بھی تھا۔ وہ حرم کے محکمہ مالیات کا انچارج تھا (اس حیثیت سے اس پر اگرچہ یہ الزام بھی تھا کہ اس نے حرم کے خزانے سے سونے کے دو ہرن چرا لیے تھے)۔ چنانچہ یہ دونوں میاں بیوی اپنے معاشرے کی اشرافیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معاشرے کی ایک وی آئی پی خاتون‘ بنو ہاشم کے رئیس کی بیوی‘ جسے گویا خاتونِ اوّل کا سا درجہ حاصل تھا‘ کے بارے میں جنگل سے لکڑیاں چُن کر سر پر گٹھڑ لاد کر لانے والی بات بالکل قرینِ قیاس نہیں۔ چنانچہ اس آیت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اس عورت کی حرکتیں جہنّم کی آگ کا ایندھن اکٹھا کرنے اور اپنے شوہر کی آگ کو مزید بھڑکانے کے مترادف ہیں۔ جب یہ اپنے شوہر کے ساتھ جہنّم میں جھونکی جائے گی اُس وقت اس کا حال اُس مجرم کا سا ہوگا جو اپنے جلانے کا ایندھن خود اُٹھائے ہوئے ہو۔

آیت ۵ ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵﴾ ’’اُس کے گلے میں بٹی ہوئی رسّی ہوگی۔‘‘

آج یہ عورت اپنے گلے میں جو خوبصورت ہار پہنے پھرتی ہے کل آخرت میں یہی ہار اس کے گلے میں ایک مضبوط بٹی ہوئی رسّی کی صورت اختیار کر لے گا جیسی رسّی ایندھن ڈھو کر لانے والی لونڈیوں کے گلے میں پڑی ہوتی ہے۔ اس رسّی میں یہ اپنے اعمالِ بد کا ایندھن باندھ کر جہنّم میں لے جائے گی اور اپنی اور اپنے شوہر کی آگ کو مزید بھڑکائے گی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ ’’شاید وہاں زقوم اور ضریع کی (جو جہنّم کے خاردار درخت ہیں) لکڑیاں اٹھائے پھرے اور ان کے ذریعے سے اپنے شوہر پر عذابِ الٰہی کی آگ کو تیز کرتی رہے۔‘‘

❁

سُوۡرَۃُ الۡاِخۡلَاصِ

تمہیدی کلمات

سورۃ الاخلاص قرآن مجید کی مختصر ترین سورتوں میں سے ہے اور توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر یہ قرآن مجید کی جامع ترین سورت ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے اس سورت کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔'الاخلاص' اس سورت کا نام ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے' کیونکہ اس میں خالص توحید بیان کی گئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٪﴿۴﴾

آیت ۱ ﴿قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۱﴾ ''کہہ دیجیے وہ اللہ یکتا ہے۔''

اَحَد : وہ اکیلا اور یکتا جس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں۔ وہی اکیلا ربّ ہے' کسی دوسرے کا ربوبیت اور اُلوہیت میں کوئی حصّہ نہیں۔ وہی تنہا کائنات کا خالق' مالک الملک اور نظامِ عالم کا مدبّر و منتظم ہے۔

آیت ۲ ﴿اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۲﴾ ''اللہ سب کا مرجع ہے۔''

صَمَد کے لغوی معنی ایسی مضبوط چٹان کے ہیں جس کو سہارا بنا کر کوئی جنگجو اپنے دشمن کے خلاف لڑتا ہے تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ بعد میں یہ لفظ اسی مفہوم میں ایسے بڑے بڑے سرداروں کے لیے بھی استعمال ہونے لگا جو لوگوں کو پناہ دیتے تھے اور جن سے لوگ اپنے مسائل کے لیے رجوع کرتے تھے۔ اس طرح اس لفظ میں مضبوط سہارے اور مرجع (جس کی طرف رجوع کیا جائے) کے معنی مستقل طور پر آ گئے۔ چنانچہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کا مرجع اور مضبوط سہارا ہے۔ وہ خود بخود قائم ہے' اُسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ باقی تمام مخلوقات کو اُس کے سہارے کی ضرورت ہے اور تمام مخلوق کی زندگی اور ہر چیز کا وجود اُسی

کی بدولت ہے۔ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ (البقرۃ: ۲۵۵) ''اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اللہ کے علم میں سے کسی شے کا بھی سوائے اس کے جو وہ خود چاہے''۔ ظاہر ہے وہ الحی اور القیوم ہے' یعنی خود زندہ ہے اور تمام مخلوق کو تھامے ہوئے ہے۔ باقی تمام مخلوقات کے ہر فرد کا وجود مستعار ہے اور کائنات میں جو زندہ چیزیں ہیں ان کی زندگی بھی مستعار ہے۔ جیسے ہم انسانوں کی زندگی بھی ''عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن!'' کے مصداق اُسی کی عطا کردہ ہے۔

آیت ۳ ﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُولَدْ ۝۳﴾ ''نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔''

یعنی نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اُس کی کوئی اولاد ہے۔ یہ نکتہ سورۃ الجن میں بایں الفاظ واضح فرمایا گیا: ﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳﴾ ''اُس نے اپنے لیے نہ کوئی بیوی اختیار کی ہے اور نہ کوئی اولاد''۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور یہودیوں کے بعض فرقے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے تھے۔ مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔ اس آیت میں ایسے تمام عقائد باطلہ کی نفی کر دی گئی ہے۔

آیت ۴ ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝۴﴾ ''اور کوئی بھی اُس کا کفو نہیں ہے۔''

کُفو کے معنی ہم سر کے ہیں' جو قدرت' علم' حکمت اور دیگر صفات میں ہم پلہ اور ہم پایہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا نہ تو کوئی ہم پلّہ اور برابری کرنے والا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ضد' ند' مثل' مثال' مثیل وغیرہ ہے۔

❁

سُوْرَةُ الْفَلَقِ

تمہیدی کلمات

اب ہم قرآن مجید کی آخری دو سورتوں (مُعوِّذَتَین) کا مطالعہ کرنے جا رہے ہیں۔ یہ سورتیں گویا قرآن مجید کے اختتام پر دو پہرے دار ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں آتا ہے کہ مدینہ کے ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جادو کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے آپؐ بعض باتیں

بھول جاتے تھے اور آپؐ کو جسمانی طور پر بھی تکلیف رہتی تھی ۔ اس صورتِ حال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سورتیں نازل ہوئیں ۔ حضور ﷺ ان سورتوں کی کثرت سے تلاوت کرتے رہے تا آنکہ آپؐ سے جادو کے اثرات زائل ہو گئے ۔

جدید دور کے عقلیت پسند (rationalists) ''اہلِ علم'' خصوصی طور پر منکرینِ احادیث ایسی روایات کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں' بلکہ ان کے خیال کے مطابق تو ایسا سمجھنا حضور ﷺ کی توہین کے مترادف ہے ۔ اس قسم کے دلائل کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ حضور ﷺ کامل ترین انسان ہیں اور معراجِ انسانیت کے درجے پر فائز ہیں ۔ آپؐ کی عصمت و عظمت کے مراتب بلاشبہ ہمارے تصوّر سے بھی ماوراء ہیں' لیکن اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عام بشری کیفیات آپؐ کی ذات پر بھی اثر انداز ہوتی تھیں ۔ مقامِ غور ہے کہ اگر حضور ﷺ کو بخار ہوتا تھا' اگر آپؐ تلوار کے وار سے زخمی ہوئے تھے' اگر زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپؐ پر نقاہت طاری ہوئی تھی اور اگر آپؐ پر نزع کی تکلیف وارد ہوئی تھی تو آخر جادو آپؐ پر کیونکر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا ۔ البتہ یہ بات واضح رہے کہ جادو کا اثر حضور ﷺ کی جسمانی صحت تک محدود تھا' رسالت کا کوئی پہلو قطعاً اس سے متاثر نہ تھا ۔ بہرحال جادو اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور ﷺ پر جادو کیا گیا اور اس کے منفی اثرات کی وجہ سے آپ ﷺ کو تکلیف کا سامنا بھی کرنا پڑا ۔ اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اُمّت کو ان سورتوں کا بیش بہا تحفہ عطا کیا ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ((اَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ))[1] یعنی تمہیں خبر ہے اللہ تعالیٰ نے آج رات ایسی آیات نازل فرمائی ہیں جن کی پہلے کوئی مثال نظر نہیں آتی؟ وہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہیں ۔

یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں اور ان دونوں کا مضمون ایک ہی ہے ۔ یہ مضمون ایک سورت کی شکل میں بھی نازل ہو سکتا تھا' لیکن قرآن مجید کا عمومی مزاج چونکہ ایسا ہے کہ زیادہ تر سورتیں

۱۔ صحیح مسلم' کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا' باب فضل قراءۃ المعوذتین۔

جوڑوں کی شکل میں نازل ہوئی ہیں‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بنیادی مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو الگ الگ سورتوں کی شکل میں نازل فرمایا۔ مضمون کی اس تقسیم کے مطابق سورۃ الفلق میں ان چیزوں یا ان شرور سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو انسان پر باہر سے حملہ آور ہوتی ہیں‘ جبکہ سورۃ الناس میں اندرونی طور پر اثر انداز ہونے والے شرور کا ذکر ہے۔ بہرحال ہمیں چاہیے کہ ان تمام شرور کے اثراتِ بد سے بچنے کے لیے ہم ان سورتوں کے ذریعے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے رہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

آیت ۱ ﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ﴿۱﴾﴾ ’’کہو کہ مَیں پناہ میں آتا ہوں صبح کے ربّ کی۔‘‘

فَلَقَ یَفۡلِقُ کے معنی کسی چیز کو پھاڑنے کے ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت ۹۶ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے حوالے سے ﴿فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ﴾ کے الفاظ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کی تاریکی کا پردہ چاک کر کے سپیدۂ سحر نمودار کرتا ہے۔ البتہ اسی سورت کی آیت ۹۵ میں یہ لفظ دانوں اور گٹھلیوں وغیرہ کے پھاڑنے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ﴾۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے زمین کے اندر دانوں یا گٹھلیوں کو پھاڑتا ہے تو پودوں یا درختوں کی پتیاں اور جڑیں نکلتی ہیں۔ چنانچہ فلق سے مراد یہاں صرف صبح ہی نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عدم کا پردہ چاک کر کے وجود بخشا ہے۔ جیسے کہ اگلی آیت میں واضح کر دیا گیا:

آیت ۲ ﴿مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾﴾ ’’(مَیں پناہ میں آتا ہوں) اُس کی تمام مخلوقات کے شر سے۔‘‘

یعنی ’’شر‘‘ مستقل طور پر علیحدہ وجود رکھنے والی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مختلف مخلوقات کے اندر ہی کا ایک عنصر ہے۔ اس نکتے کو یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے نقص یا عیب سے

پاک ہے‘ لیکن اُس کی مخلوق اپنے خالق کی طرح کامل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ہر مخلوق کے اندر کمی یا تقصیر و تنقیص کا کوئی نہ کوئی پہلو یا عنصر بالقوہ (potentially) موجود ہے۔ جیسے خود انسان کی متعدد کمزوریوں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ سورۃ النساء میں فرمایا گیا: ﴿وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا ۲۸﴾ کہ انسان بنیادی طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ﴿وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ۱۱﴾ کے الفاظ میں انسان کی جلد بازی کا ذکر ہوا۔ سورۃ المعارج میں اس کی تین کمزوریوں کا ذکر بایں الفاظ ہوا: ﴿اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ۲۰ وَّ اِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ۲۱﴾ ’’یقیناً انسان پیدا کیا گیا ہے تھڑدلا۔ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت بخیل بن جاتا ہے۔‘‘

گویا انسان روحانی طور پر اگرچہ احسنِ تقویم کے درجے میں پیدا کیا گیا ہے‘ لیکن اس کے حیوانی اور مادی وجود میں مذکورہ خامیوں سمیت بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہر مخلوق میں مختلف کمزوریوں کے متعدد پہلو پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ’شر‘ جنم لیتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کا مفہوم یوں ہوگا کہ اے پروردگار! تیری جس جس مخلوق میں شر کے جو جو پہلو پائے جاتے ہیں مَیں ان میں سے ہر قسم کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

آیت ۳ ﴿وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۳﴾ ’’اور (خاص طور پر) اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے۔‘‘

ظاہر ہے رات کے اندھیرے میں انسانوں‘ جنّوں اور ضرر رساں جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کی صورت میں شر پھیلانے والے عناصر زیادہ فعال اور مستعد ہو جاتے ہیں۔ گویا رات کا اندھیرا بذاتِ خود ایک بہت بڑا شر ہے جس سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا ضروری ہے۔

آیت ۴ ﴿وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الۡعُقَدِ ۴﴾ ’’اور اُن عورتوں کے شر سے جو گرہیں باندھ کر پھونکیں مارتی ہیں۔‘‘

یعنی وہ تمام ٹونے ٹوٹکے‘ تعویذ گنڈے اور سفلی عملیات جن کے ذریعے سے کسی انسان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس موضوع کے حوالے سے یہاں یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ کسی چیز کا بالفعل موجود ہونا اور بات ہے اور اس چیز کا حلال‘ حرام یا جائز‘ ناجائز ہونا

الگ بات ہے۔ مثلاً جادو ایک حقیقت ہے‘ لیکن کفر ہے۔ شراب اپنی ایک مخصوص تاثیر رکھتی ہے‘ لیکن حرام ہے۔ اسی طرح علم نجوم‘ پامسٹری (ہاتھ کی لکیروں کا علم) اور سفلی عملیات کی حقیقت اور تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا (ظاہر ہے جب ہم اچھے وظائف وکلمات کی اچھی تاثیر کو مانتے ہیں تو ہمیں سفلی وشیطانی کلمات وغیرہ کی منفی تاثیر کا بھی اقرار کرنا پڑے گا) لیکن شریعت نے ہمیں ایسے علوم سے استفادہ کرنے اور ایسے علوم کی بنیاد پر کیے گئے دعووں پر یقین کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ظاہر ہے اس نوعیت کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہ تو مؤثر ہو سکتی ہیں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اس لیے ان کے شر سے بچنے کا آسان اور مؤثر طریقہ یہی ہے کہ انسان خود کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دے۔

آیت ۵ ﴿وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵﴾ ’’اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) جب وہ حسد کرے۔‘‘

ظاہر ہے جب ایک انسان کسی دوسرے انسان سے حسد کرتا ہے تو عین ممکن ہے وہ اپنے حاسدانہ جذبات سے مغلوب ہو کر عملی طور پر بھی اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اَلْعَیْنُ حَقٌّ))(۲) یعنی نظر لگ جانا برحق ہے۔ چنانچہ حاسدانہ نگاہ بذاتِ خود بھی منفی اثرات کی حامل ہو سکتی ہے۔ اس لیے حاسد کے شر سے بچنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ کی ضرورت ہے۔

بہرحال جادو‘ ٹونے‘ تعویذ گنڈے‘ نظر بد وغیرہ کے اثرات اپنی جگہ مسلّم ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۰۲ میں شیاطین جن کا ذکر آیا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ بلکہ یہ گھناؤنا کاروبار کسی نہ کسی انداز سے ہر زمانے میں چلتا رہا ہے۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسی چیزیں سیکھنے سکھانے اور پھر مختلف دعووں کے ساتھ اپنا کاروبار چمکانے میں مصروف ہیں۔ البتہ جیسا کہ قبل ازیں بھی وضاحت کی جا چکی ہے ہماری شریعت میں ایسی چیزیں سیکھنا اور پھر کسی بھی انداز میں ان سے استفادہ کرنا حرام ہے۔ اس حوالے سے ایک بندۂ مؤمن کو اپنے دل میں پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ

۲۔ صحیح البخاری‘ کتاب الطب‘ باب العین حق۔ وصحیح مسلم‘ کتاب السلام‘ باب الطب والمرض والرقی۔

تعالیٰ کے اذن کے بغیر اُسے کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی‘ جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت میں بھی واضح کیا گیا ہے: ﴿وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ (آیت ۱۰۲)۔ایک بندۂ مؤمن کو یہ بھی یقین رکھنا چاہیے کہ جو تکلیف بھی آئے گی وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی آئے گی (یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ خود کسی انسان کو کسی تکلیف یا مشکل سے دوچار کرنا چاہے) اور اللہ کے اذن سے ہی دور ہوگی۔ جہاں تک ایسی چیزوں سے حفاظتی تدابیر اپنانے یا ایسے کسی شیطانی حملے کے توڑ کرنے کا تعلق ہے تو ان دو سورتوں (مُعَوِّذَتَین) کے ہوتے ہوئے ایک بندۂ مسلمان کو کسی اور عمل‘ تعویذ یا تدبیر کی ضرورت نہیں ہے۔ظاہر ہے یہ سورتیں اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سکھائی تھیں اور اس لحاظ سے یہ حضور ﷺ کی وساطت سے اُمّت کے لیے ایک بیش بہا تحفے کا درجہ رکھتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ ہر شب آرام کرنے سے پہلے آخری تینوں سورتیں (سورۃ الاخلاص اور مُعَوِّذَتَین) پڑھ کر اپنے مبارک ہاتھوں پر دم فرماتے اور پھر اپنے سارے جسم پر پھیر لیتے۔مزید برآں شیطانی اثرات اور نظرِ بد وغیرہ سے حفاظت کے لیے احادیث میں متعدد ادعیہ ماثورہ بھی وارد ہوئی ہیں‘ جن کو ہمیں اپنا معمول بنانا چاہیے۔

سُوْرَۃُ النَّاسِ

تمہیدی کلمات

جیسا کہ سورۃ الفلق کے تعارف کے دوران بھی بتایا جا چکا ہے کہ سورۃ الناس مدنی سورت ہے‘ بلکہ میری تحقیق کے مطابق تو سورۃ الملک سے شروع ہونے والی سورتوں کے اس آخری گروپ میں صرف یہی دو سورتیں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) ہی مدنی ہیں۔ یہاں ضمنی طور پر مکّی مدنی سورتوں کے اس آخری گروپ اور پہلے گروپ کے درمیان مدنی اور مکّی قرآن کی مقدار کے حوالے سے پائی جانے والی ایک ’’معکوس (reciprocal) نسبت‘‘ کے بارے میں بھی جان

لیجیے۔ یعنی جس طرح سورتوں کے پہلے گروپ میں مکّی قرآن بہت تھوڑا (صرف سورۃ الفاتحہ) اور مدنی قرآن کی مقدار نسبتاً بہت زیادہ (سورۃ البقرۃ‘ سورۂ آلِ عمران‘ سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ پر مشتمل تقریباً سوا چھ پارے) ہے‘ اسی طرح زیر مطالعہ آخری گروپ میں مدنی قرآن کی مقدار بہت کم (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) ہے اور اس کے مقابلے میں مکّی قرآن تقریباً دو پاروں پر مشتمل ہے۔

سورۃ الفلق میں ان مضرتوں اور شرانگیزیوں سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو انسان کے ظاہری حالات اور جسمانی کیفیات کو متاثر کرتی ہیں‘ جبکہ سورۃ الناس میں ایسے شرور سے پناہ طلب کرنے کی ہدایت کی جارہی ہے جو انسان کے باطن پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اس کے ایمان وایقان پر یلغار کرتے ہیں۔

سورۃ الناس کے حوالے سے ایک اہم نکتہ یہ بھی نوٹ کر لیجیے کہ اس سورت کا سورۃ الفاتحہ کے ساتھ بھی جوڑے کا تعلق ہے۔ ان دونوں سورتوں کی آیات میں گہری مشابہت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ دونوں سورتوں کا ایک ساتھ مطالعہ کرنے سے یہ مشابہت اور مناسبت صاف نظر آتی ہے۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ کی پہلی اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و صفات کا بیان اور اس کے ربّ العالمین ہونے کا اقرار ہے‘ جبکہ سورۃ الناس کی پہلی آیت میں تمام انسانوں کے رب سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ دونوں سورتوں کی اگلی دونوں آیات (مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اور مَلِكِ النَّاسِ ۝) کی لفظی و معنوی مشابہت بہت ہی واضح ہے۔ اس کے بعد سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے اور اُس کی عبادت کرنے کے عہد کے ساتھ اس سے ہدایت کی درخواست کی گئی ہے‘ جبکہ اس کے متوازی سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی معبودیت (اِلٰهِ النَّاسِ ۝) کے اقرار کے ساتھ شیطان کے وساوس کے خلاف اس کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ ظاہر ہے سیدھے راستے پر چلنے کے لیے مدد طلب کرنا (استعانت) اور شیطان کے حملوں سے پناہ مانگنا (استعاذہ) باہم ملتی جلتی اصطلاحات ہیں کہ اے اللہ! ہم تیری عبادت کا وعدہ کرتے ہیں مگر ہم تیری مدد کے محتاج ہیں۔ اس کے لیے ہمیں تیرے سہارے اور تیری پناہ کی ضرورت ہے‘ تاکہ تیری پناہ میں آ کر ہم شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ ہو جائیں۔ اس زاویے سے ان دونوں سورتوں کا جائزہ لیا جائے تو سورۃ الناس‘ سورۃ الفاتحہ کا عکس یا مثنیٰ (duplicate) بنتی نظر آتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

آیت ۱ ﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾﴾ ’’کہیے کہ مَیں پناہ میں آتا ہوں تمام انسانوں کے رب کی۔‘‘

یہاں سب سے پہلے ’’رَبّ الناس‘‘ (لوگوں کا پروردگار) کے کلمات سے اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا گیا ہے کہ تمہیں ایسی ذات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو تمہاری جملہ ضروریات کا کفیل ہے۔

آیت ۲ ﴿مَلِکِ النَّاسِ ﴿۲﴾﴾ ’’تمام انسانوں کے بادشاہ کی۔‘‘

وہ تمام انسانوں کا صرف پروردگار ہی نہیں‘ ان کا بادشاہ اور فرماں روا بھی ہے۔ اُس کا حکم ہر وقت‘ ہر جگہ اور ہر چیز پر نافذ ہے۔

آیت ۳ ﴿اِلٰہِ النَّاسِ ﴿۳﴾﴾ ’’تمام انسانوں کے معبود کی۔‘‘

انسانوں کا رب اور بادشاہ ہونے کے علاوہ وہ ان کا معبود بھی ہے‘ چنانچہ وہ ان پر کامل اقتدار اور اختیار رکھتا ہے اور ان کی حفاظت پر پوری طرح قادر ہے۔

آیت ۴ ﴿مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ﴿۴﴾﴾ ’’اس بار بار وسوسہ ڈالنے والے‘ پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔‘‘

شیطان کی وسوسہ اندازی کا طریق کار یہ ہے کہ وہ لگاتار اپنی کوشش جاری رکھتا ہے اور انسان کو گمراہ کرنے کی کوششوں سے تھکتا نہیں۔ کبھی حملہ کرتا ہے‘ کبھی دفاعی پسپائی اختیار کرتا ہے اور پھر پلٹ کر حملہ آور ہوتا ہے۔

آیت ۵ ﴿الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ﴿۵﴾﴾ ’’جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔‘‘

آیت ۶ ﴿مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶﴾ ’’خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔‘‘

انسان کے دل و دماغ پر شیطانی وساوس کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اس کی وضاحت حضور ﷺ کے اس فرمان سے ملتی ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ))(۱) ’’شیطان انسان کے وجود میں خون کی مانند گردش کرتا ہے‘‘۔ گویا شیطان نفسِ انسانی کے اندر موجود حیوانی شہوات اور سفلی داعیات (فرائیڈ اسے id یا libido کا نام دیتا ہے) کو بھڑکاتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ شیطان اپنی تھوتھنی انسان کے دل پر رکھ کر پھونکیں مارتا ہے اور اس طرح اس کے جذبات و شہوات میں اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کے دل میں وسوسے پیدا کرنے اور اس کے جذبات کو انگیخت دینے کی حد تک اختیار دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان سے زبردستی کوئی عمل کرانے کا اختیار اسے نہیں دیا گیا۔ بہرحال نفسِ انسانی بعض اوقات شیطان کے بہکاوے میں آکر متعلقہ انسان کے لیے شیطان کا نمائندہ بن جاتا ہے اور پھر بالکل شیطان ہی کی طرح اس کے دل میں وسوسہ اندازی شروع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ قٓ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ ۚ﴾ (آیت ۱۶) ’’اور ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم خوب جانتے ہیں جو اُس کا نفس وسوسے ڈالتا ہے‘‘۔ ایسے نفسِ انسانی کو سورۂ یوسفؑ کی آیت ۵۳ میں ’’نفسِ امارہ‘‘ کا نام دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے اہم اور بنیادی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ شیطان اُسی دل پر اپنی تھوتھنی رکھ کر پھونکیں مارتا ہے اور اس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے جو دل اللہ کی یاد سے خالی ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو دل اللہ کی یاد میں مشغول اور اس کے ذکر سے معمور ہوتا ہے شیطان اس سے دور رہتا ہے۔ بہرحال شیطان کے تمام وسوسے اور حربے انسان کے اپنے نفس کے ذریعے سے ہی اس پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ سورت خصوصی طور پر شیطانی وساوس کے توڑ کے لیے نازل ہوئی ہے۔

بارک اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاکم بالآیات والذّکر الحکیم ○○

۱۔ صحیح البخاری‘ کتاب الاعتکاف‘ باب زیارۃ المرأۃ زوجھا فی اعتکافہ۔ وصحیح مسلم‘ کتاب السلام‘ باب بیان انہ یستحب لمن رُئِیَ خالیا بامرأۃ...

دعائے ختمِ قرآن

اَللّٰھُمَّ آنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ، وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً، اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْہُ مَا نَسِیْتُ، وَعَلِّمْنِیْ مِنْہُ مَا جَھِلْتُ، وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَہٗ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ، وَاجْعَلْہُ لِیْ حُجَّۃً یَّارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!

اب ہم اس دعا کا مطالعہ کریں گے‘ کیونکہ دعا مانگنے کا مزہ توتبھی ہے جب انسان اپنی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ کا مفہوم بھی سمجھتا ہو۔

اَللّٰھُمَّ آنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ

’’اے اللہ! میری قبر کے اندر مجھے جو وحشت ہوگی اُسے میرے لیے مانوس کر دے!‘‘

اس وحشت کو دُور کرنے کے لیے مجھے قرآن مجید کا اُنس عطا کر دے! —— یاد رکھیں! قبر کی وحشت قرآن کے ساتھ تعلق کی بنا پر مانوس ہو گی۔ اپنی جوانی کے ایام میں (جب آتش جوان تھا!) جب مَیں اس دُعا کو پڑھا کرتا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ قرآن سے متعلق اصل دعا تو اگلے فقرے سے شروع ہوتی ہے اور یہ پہلا جملہ اضافی سا ہے۔ مگر اب جبکہ بڑھاپے میں قبر ہر وقت سامنے نظر آتی ہے تو اب معلوم ہوا ہے کہ اس دعا کا اہم ترین حصّہ تو یہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ

’’اے اللہ! مجھ پر رحم فرما قرآنِ عظیم کی بدولت‘‘

وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً

’’اور اس کو میرے لیے امام‘ نُور‘ ہدایت اور رحمت بنا دے!‘‘

یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہوئے انسان کو چاہیے کہ قرآن مجید کو اپنا امام بنانے کا ارادہ بھی کرے‘ کہ اب مجھے قرآن مجید کو اپنا راہبر و راہنما مان کر اس کی پیروی کرنی ہے۔ لیکن اگر دل میں ایسا کوئی شعوری ارادہ سرے سے موجود ہی نہ ہو تو ظاہر ہے ایسی کیفیت میں یہ دعائیہ کلمہ بھی ’’ذٰلِکُمۡ قَوۡلُکُمۡ بِاَفۡوَاہِکُمۡ‘‘ کے مصداق محض منہ سے نکلی ہوئی ایک بات بن کر رہ جائے گا اور عملی طور پر اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ ذَکِّرۡنِیۡ مِنۡہُ مَا نَسِیۡتُ

’’اے اللہ! مجھے یاد کرا دے جو کچھ مَیں اس میں سے بھول جاؤں‘‘

وَعَلِّمۡنِیۡ مِنۡہُ مَا جَھِلۡتُ

اور مجھے سکھا دے اس میں سے جو مَیں نہیں جانتا‘‘

ظاہر ہے یہ دعا بھی تبھی کارگر ہوگی جب عملی طور پر قرآن مجید کو سمجھنے کی نیت اور کوشش انسان کے شامل حال ہوگی۔ یاد رکھیں! قرآن مجید کا علم بہت قیمتی چیز ہے۔ یہ عظیم دولت اللہ تعالیٰ کسی کی جھولی میں زبردستی نہیں ڈالتا۔ چنانچہ جس طرح انسان دنیا کے دوسرے علوم وفنون کو سیکھنے کے لیے محنت اور کوشش کرتا ہے اسی طرح قرآن مجید کو سیکھنے کے لیے بھی محنت درکار ہے۔ چنانچہ قرآن سیکھنے کے لیے آپ زانوئے تلمذ تہ کریں اور عربی سیکھیں۔ اس حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بہت بصیرت افروز ہیں:

یَغُوۡصُ الۡبَحۡرَ مَنۡ طَلَبَ اللَّآلِیۡ
وَمَنۡ طَلَبَ الۡعُلٰی سَھِرَ اللَّیَالِیۡ

’’جو شخص بھی موتیوں کا طلب گار ہوتا ہے اسے سمندر میں غوطہ زنی کرنا پڑتی ہے۔ اور جو شخص کسی بلند مقام تک پہنچنا چاہتا ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے (اور محنت ومشقت کرتا ہے)۔‘‘

وَمَنۡ طَلَبَ الۡعُلٰی مِنۡ غَیۡرِ کَدٍّ
اَضَاعَ الۡعُمۡرَ فِیۡ طَلَبِ الۡمُحَالِ

’’اور جو کوئی بلندی کا طلب گار بن جائے بغیر کوشش کے وہ اپنی عمر ضائع کر بیٹھتا ہے ایک محال چیز کی طلب میں۔‘‘

اس حوالے سے پڑھے لکھے خواتین وحضرات کو خصوصی طور پر بہت سنجیدگی سے سوچنا ہوگا کہ اگر انہوں نے بہت سے دُنیوی علوم وفنون سیکھ رکھے ہیں تو آخر وہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کیوں نہیں سیکھ سکتے؟ اور یہ کہ قیامت کے دن وہ اپنی اس کوتاہی کے جواز میں آخر کیا عذر پیش کریں گے؟

وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَہٗ

''اور مجھے توفیق عطا فرما کہ مَیں اسے پڑھتا رہوں''

آنَآءَ الَّیْلِ وَآنَآءَ النَّھَارِ

''رات کے اوقات میں بھی اور دن کے اوقات میں بھی۔''

وَاجْعَلْہُ لِیْ حُجَّۃً یَّارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!

''اور اے تمام جہانوں کے پروردگار! اس قرآن کو میرے حق میں دلیل اور گواہ بنا دے۔''

اس جملے کا مفہوم سمجھنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مدِنظر رہنا چاہیے: ((اَلْقُرْآنُ حُجَّۃٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ)) ''کہ یہ قرآن حُجّت (دلیل یا گواہ) ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف!'' یعنی قرآن مجید قیامت کے دن ہر انسان کے حساب کے وقت گواہ بن کر کھڑا ہوگا۔ جس کسی نے حسبِ استطاعت اس کے حقوق (یعنی اس پر ایمان لانے‘ اس کو پڑھنے‘ سمجھنے‘ اس پر عمل کرنے اور اس کی ترویج وتبلیغ کے حوالے سے) ادا کیے ہوں گے تو قرآن مجید اُس کے حق میں گواہی دے گا اور اُس کے شافع کی حیثیت سے اس کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ لیکن جس شخص نے قرآن مجید کے حقوق ادا کرنے سے بے اعتنائی برتی ہوگی قیامت کے دن وہ اُس کے خلاف گواہی دے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اُس کے خلاف استغاثہ لے کر آئے گا کہ اے اللہ! یہ بدبخت مجھے تیرا کلام تو مانتا تھا مگر اس کے باوجود اس نے مجھے پڑھنے یا سمجھنے یا میرے احکام پر عمل کرنے کی کبھی زحمت گوارا نہیں کی۔

یہ تو وہ دعا ہے جو قرآن مجید کے نسخوں کے اختتام پر عام طور پر لکھی ہوئی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ نبی مکرم ﷺ سے ایک اور دعا بھی منقول ہے‘ جسے مَیں نے تین مختلف روایتوں سے جمع

کر کے لوگوں کی سہولت کے لیے ترجمے کے ساتھ شائع کروایا ہے۔ اس دعا میں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ اَمَتِكَ ، فِیْ قَبْضَتِكَ، نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُكَ، اَسْئَلُكَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَكَ، سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ، اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ مَكْنُوْنِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْكَرِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ، وَنُوْرَ صَدْرِیْ، وَجِلَاءَ حُزْنِیْ، وَذَھَابَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ - آمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ!

اس دعا کو پڑھتے ہوئے مجھے امام ابن تیمیہ ؒ کے وہ الفاظ یاد آ جاتے ہیں جو انہوں نے عبادت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں عبادت ’’غَایَةُ الْحُبِّ مَعَ غَایَةِ الذُّلِّ وَالْخُضُوعِ‘‘ کا نام ہے۔ یعنی عبادت یہ ہے کہ انسان خود کو حد درجے کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے بچھا دے۔ اس دعا کے ایک ایک جملے اور ایک ایک لفظ میں اللہ تعالیٰ کے لیے غایت درجے کی محبت‘ انکساری‘ عاجزی اور تذلّل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ہر بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ وہ اس دعا کو زبانی یاد کر لے اور حرزِ جاں بنا لے۔ آیئے اب اس دعا کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لیجیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ ’’اے اللہ! مَیں تیرا بندہ ہوں‘‘

وَابْنُ عَبْدِکَ، وَابْنُ اَمَتِکَ ’’تیرے ایک ناچیز غلام اور ادنیٰ کنیز کا بیٹا ہوں۔‘‘ میرا باپ بھی تیرا ادنیٰ غلام تھا اور میری والدہ بھی تیری ادنیٰ کنیز تھی۔

فِیْ قَبْضَتِکَ ’’مَیں تیرے قبضہ قدرت میں ہوں۔‘‘

نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ ’’میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔‘‘

مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ ’’میرے پورے وجود میں تیرا ہی حکم جاری وساری ہے۔‘‘

عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ ’’میرے بارے میں تیرا ہر فیصلہ عدل ہی پر مبنی ہے۔‘‘

اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَکَ، سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ

’’مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر اُس پاک نام کے واسطے سے‘ جس سے تُو نے اپنی ذاتِ مقدّس کو موسوم فرمایا۔‘‘

اس جملے میں گویا قرآن مجید کے اس حکم کی جھلک نظر آ رہی ہے: ﴿وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا۪﴾ (الاعراف:۱۸۰) کہ سب اچھے نام اللہ ہی کے ہیں‘ تم اس سے ان ناموں کے حوالے سے دعا کیا کرو۔

اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ

’’یا جسے تُو نے اپنی کسی کتاب میں نازل کیا‘‘

اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ

’’یا تُو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا‘‘

اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ مَکْنُوْنِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ

’’یا اسے ابھی تُو نے اپنے پاس‘ اپنے غیب کے خزانے میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔‘‘

اب دیکھیں حضور ﷺ نے اپنی عاجزی و انکساری اور اللہ تعالیٰ کے سارے ناموں کا حوالہ دے کر مانگا کیا ہے؟

اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ

’’(اے اللہ!) اس قرآن کریم کو میرے دل کی بہار بنا دے‘‘

وَنُوْرَ صَدْرِیْ

’’اور اسے میرے سینے کا نور بنا دے‘‘

وَجِلَاءَ حُزْنِیْ

’’اور میرے رنج و حزن کا مداوا بنا دے‘‘

وَذَھَابَ ھَمِّیْ وَ غَمِّیْ

’’اور میرے تفکّرات اور غموں کے ازالے کا سبب بنا دے۔‘‘

آمِیْنَ! ثُمَّ آمِیْنَ!!

نوٹ کیجیے! حضور ﷺ نے عبدیت‘ تواضع اور تذلّل کی انتہا پر جا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے تو قرآن کریم کی محبت کا‘ قرآن مجید کی معیت کا اور قرآن حکیم کے سہارے کا۔ ظاہر ہے یہی تو کائنات کی سب سے قیمتی چیز اور سب سے بڑی دولت ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۬ۙ وَ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۷﴾ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَ بِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾﴾ (یونس)

’’اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور تمہارے سینوں (کے اَمراض) کی شفا اور اہل ایمان کے لیے ہدایت اور (بہت بڑی) رحمت۔ (اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ یہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت سے (نازل ہوا) ہے‘ تو چاہیے کہ لوگ اس پر خوشیاں منائیں! وہ کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔‘‘

بارک اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وِاِیَّاکم بالآیات والذِّکر الحکیم 00

(اختتامی نشست دورۂ ترجمہ قرآن‘ جامع مسجد قرآن اکیڈمی‘ ڈیفنس‘ کراچی‘
۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ/ ۲۶ جنوری ۱۹۹۸ء)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل ’’بیان القرآن‘‘ کی ماہنامہ میثاق میں قسط وار اشاعت کا سلسلہ زیر نظر شمارہ میں بحمد اللہ پایۂ تکمیل کو پہنچا! دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمتِ قرآنی کو شرفِ قبول عطا فرما کر اسے محترم ڈاکٹر صاحبؒ کے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

اپنے ذاتی اوقات میں سے کم از کم نصف گھنٹہ نکال کر
’’بیان القرآن‘‘ کے ترجمہ و ترجمانی کا ضرور مطالعہ کریں‘
آپ یقیناً مستفید ہوں گے۔ (ان شاء اللہ!)

دینِ اسلام اور اس کے تقاضے

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی

(تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع ۲۰۲۴ء کے موقع پر خطاب)

ہمارے تنظیمی فکر کے دو اہم مضامین ہیں: ''دینِ اسلام کا جامع تصوّر'' اور'' دینی فرائض کا جامع تصوّر۔'' ان دونوں کو جمع کر کے یہ ایک موضوع بنایا گیا ہے۔ دینِ اسلام کے حوالے سے میں دس نکات آپ کے سامنے رکھوں گا۔

(۱) دین کا جامع مفہوم وہ نظام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہو' اللہ تعالیٰ کو سپریم اتھارٹی حاصل ہو۔ وہ نظامِ زندگی کے تمام معاملات' خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی' میں لوگوں کی رہنمائی کے لیے قوانین مرتّب کرے' ان قوانین پر عمل درآمد یعنی اطاعت کا حکم دے اور اسی کی روشنی میں جزا اور سزا کا تعین کرے۔ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو گے تو اچھا بدلہ ملے گا' عمل نہیں کرو گے تو سزا ملے گی۔ یہ دین کا ایک جامع تصوّر ہے۔

(۲) اسلام کا مطلب ہے: سرِ تسلیم خم کر دینا' اپنی گردن جھکا دینا (to surrender)' مزاحمت (resistance) کو ختم کر دینا۔ گویا اللہ کی حاکمیت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دو!

(۳) دینِ اسلام کے چھ گوشے ہیں: تین انفرادی اور تین اجتماعی ۔ انفرادی احکام میں پہلا گوشہ عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ' انبیاء کرام' وحی' آسمانی کتب اور فرشتوں پر ایمان رکھنا۔ اسی طرح اچھی اور بری تقدیر کے حوالے سے عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ دوسرا گوشہ عبادات کا ہے یعنی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کی پابندی۔ تیسرا گوشہ رسومات (social customs) سے متعلق ہے۔ انسان کی پیدائش پر کچھ رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ شادی کے بندھن کے حوالے سے نکاح اور ولیمہ ہے۔ کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی تجہیز وتکفین ہے' نمازِ جنازہ ہے' دعا ہے۔ یہ انفرادی احکام ہیں ۔ اجتماعی احکام کا سب سے اہم (important) حصہ' یعنی تقریباً

۷۵ فیصد اسلام کے سیاسی‘ معاشی اور معاشرتی نظام سے بحث کرتا ہے۔

(۴) آج کے دور کے بڑے بڑے فتنوں میں سے سیکولرازم سب سے بڑا فتنہ ہے۔ یہ اصل میں اللہ کی بغاوت پر مبنی ایک نظام ہے اور اس کی سب سے زیادہ ضرب دین اسلام پر پڑتی ہے۔ سیکولرازم اجتماعی معاملات یعنی ہمارے دین کے ۷۵ فیصد حصّہ کو دین کا حصہ مانتا ہی نہیں۔ اس کو مذہب سے خارج قرار دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عوام کے منتخب نمائندوں کی اکثریت اس ضمن میں جو چاہے گی فیصلہ کر کے قانون بنالے گی۔ عوامی حاکمیت کی بنیاد پر جو نظام انہوں نے قائم کیا ہے‘ اس کا نام جمہوریت (democracy) ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم کسی آسمانی ہدایت کو نہیں مانتے‘ کسی آسمانی قانون کو تسلیم نہیں کرتے‘ بلکہ ہم خود حاکم ہیں۔ ہم چاہیں تو اپنا معاشی نظام سود اور جوئے کی بنیاد پر بنائیں۔ چاہیں تو معاشرتی نظام کے ضمن میں ہم جنس پرستی کو جائز قرار دیں‘ قحبہ گری کے لائسنس دیں اور شراب کے ٹھیکے دیں۔ ہم کسی حلال و حرام کی تقسیم کو نہیں مانتے‘ کیونکہ یہ اجتماعی معاملات عوام کے منتخب نمائندوں پر منحصر ہیں۔ گویا سیکولرازم اللہ کی حاکمیت کے بجائے عوامی حاکمیت پر مبنی نظام ہے۔

(۵) محدود تصوّرِ دین اپنانا۔ اس سے مراد ہے کہ دین کے صرف انفرادی تین گوشوں پر عمل کرنا۔ آج ہمارے ہاں اکثر و بیشتر یہی نظر آتا ہے کہ عقیدہ پختہ ہو‘ عبادات کا نظام ہو‘ جس میں پھر بہت زیادہ تفصیلات (details) بھی ہیں۔ اسی طرح خوشی اور غمی کی رسومات ہیں۔ ان سب کے حوالے سے علمائے کرام سے سوالات بھی کیے جاتے ہیں اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ اصل دینِ اسلام بس یہی ہے۔ انفرادی طور پر ایک اچھا مسلمان بن کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم نے اللہ کی عبادت کا پورا حق ادا کر دیا۔ جب کہ ہم نے اجتماعی معاملات میں احکامِ الٰہی کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے اور جن معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ چیزیں تمہارے معاشرے میں نہیں ہونی چاہئیں‘ ان کو اپنایا ہوا ہے‘ مثلاً سود‘ جوا‘ شراب نوشی‘ رشوت‘ کرپشن‘ فحاشی‘ بے حیائی اور بے شرمی۔ اسی طرح دولت کی تقسیم کا نظام بھی غلط بنیادوں پر قائم ہے۔ وراثت کی تقسیم کا نظام غیر منصفانہ ہے۔ پھر تعزیرات یعنی اللہ کے قانون کے مطابق سزا نہ دینے کا معاملہ ہے۔ جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا‘ زانی کو کوڑے لگانا یا سنگسار کرنا۔ پھر یہ کہ اگر ایک اسلامی ریاست کے خلاف کچھ لوگ اُٹھ کھڑے ہوں تو اس بغاوت کو ختم (dismantle) کرنے کے

لیے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا ہے۔ان سارے معاملات پر ہماری توجہ نہیں ہے۔ دین کے بارے میں بس یہ بات سمجھ لی گئی ہے کہ یہ صرف انفرادی معاملات تک ہی محدود ہے۔ اگر انسان ایسا رویہ اختیار کرتا ہےتو اس کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی وعید ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ‌ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ‌ؕ﴾ (البقرۃ:۸۵)

’’تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے ؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں' اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔‘‘

اقبال نے بھی کہا تھا:

ہوئی دِین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری' ہوس کی وزیری!

اور:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دِیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی!

(۶) دین واقعتاً دین اُس وقت بنتا ہے جب وہ غالب ہو۔اگر وہ مغلوب ہےتو مذہب ہے' دین نہیں۔دین غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

﴿هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۝﴾ (الصف)

”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو الہدیٰ اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ غالب کردے اس کو پورے نظامِ زندگی پر خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو!‘‘

’’اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ‘‘ کائنات کی بہت بڑی صداقت ہے۔ یعنی حق تو غالب ہونے کے لیے آیا ہے' مغلوب ہونے کے لیے نہیں۔ ہمارے ہاں انگریز کے دورِ حکومت میں سیاسی' معاشی' معاشرتی سارے نظام انہی کے تھے' البتہ مسلمانوں' ہندوؤں' سکھوں' پارسی'

عیسائیوں کو صرف مذہبی آزادی تھی کہ تم جس طرح چاہو اپنی پوجا پاٹ کرلو۔ اپنی عبادات اور رسومات پر عمل کرو‘ ہم کچھ رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔ اس صورت حال پر ایک عالم دین نے کہا تھا کہ انگریز بہت اچھا حکمران ہے جس نے ہمیں مذہبی آزادی دی ہوئی ہے اور نماز‘ روزوں پر کوئی پابندی نہیں۔ تبھی تو اقبال نے یہ پھبتی چست کی تھی کہ: ؎

مُلاّ کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

اسلام درحقیقت اُس وقت آزاد ہو گا جب اس کا سیاسی‘ معاشی اور معاشرتی نظام قائم ہو گا۔

(۷) دینِ اسلام بالکل مکمل ہے‘ اس میں کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی بھی پہلو سے کوئی معمولی سا اضافہ بھی کیا گیا تو یہ بدعت کا دروازہ کھولنے والی بات ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں۔ اگر انسان یہ سمجھے کہ اللہ ربّ العزّت کو سجدہ کرنا تو اچھی بات ہے‘ قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے‘ میں تیسرا سجدہ بھی کروں گا تو اس بات کی اجازت نہیں۔ پس اسلام ایک مکمل دین ہے جبکہ دوسرے مذاہب میں بہت اضافے کیے گئے ہیں۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ﴾ (المائدۃ:۳)

’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اِتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے مَیں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیتِ دین۔‘‘

(۸) دوسرے ادیان ناقابلِ قبول ہیں چونکہ وہ تحریف شدہ ہیں۔ سینٹ پال نامی شخص جو یہودی تھا‘ اس نے عیسائیت کا لبادہ اوڑھ کر اس مذہب ہی کا بیڑا غرق کر دیا۔ عقیدۂ تثلیث ایجاد کیا۔ کفّارہ کا ایک جھوٹا عقیدہ گھڑ لیا۔ آج کی عیسائیت دراصل پال ازم ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان کا دین نامکمل بھی ہے۔ وہ محض انفرادی عقائد‘ عبادات اور کچھ اخلاقی قوانین پر مشتمل ہے جبکہ اجتماعی معاملات عیسائیت کے اندر سرے سے موجود ہی نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾﴾ (آل عمران)

’’اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو وہ اس کی جانب سے قبول

نہیں کیا جائے گا۔اور پھر آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو کر رہے گا۔‘‘

(۹) دین اور بیعت میں بڑی مطابقت ہے۔ نبی اکرم ﷺ دین اسلام کو نافذ کرنے کے لیے دنیا میں تشریف لائے۔ دین ایک بامعنی نظام ہے اور اس کے قیام کی جِدّ و جُہد کے لیے جو جماعت بنائی گئی اس کا سارا نظام بیعت پر ہے۔ اسلام اور بیعت دونوں کا تقاضا ہے سرِ تسلیم خم کرنا‘ سمع و طاعت کرنا۔ نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جِدّ و جُہد ایک باطل اور طاغوتی نظام کے خلاف تھی‘ اس لیے ضروری تھا کہ وہ ایک ایسی جماعت بنائیں جو سیسہ پلائی دیوار کی مانند ہو۔ اس میں سمع و طاعت‘ نظم و ضبط اور باہمی اخوت ہو۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے بیعت کا نظام اختیار کیا جو منصوص بھی ہے اور اب ہمارے لیے مسنون اور ماثور بھی۔ اس کشمکش میں کوئی جمہوری نظام نافع نہیں ہو سکتا تھا۔ شورائیت اجتماعیت کی روح ہے‘ البتہ حتمی فیصلہ عددی تعداد کی بنیاد پر نہیں بلکہ امیر کی صواب دید پر ہوگا۔

(۱۰) اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ دینِ اسلام کا تقاضا کیا ہے‘ اس کے فرائض کیا ہیں تو پھر اصل اہمیت اس امر کی ہوتی ہے کہ باطنی طور پر تحریک (inner motivation) کیسے حاصل ہو۔ دراصل سب کچھ جاننے کے باوجود ہمارے اندر سستی چھائی رہتی ہے اور انسان محنت کرنے سے کتراتا ہے۔ جیسے غالب نے بھی کہا تھا کہ: ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت اِدھر نہیں آتی!

لہٰذا طبیعت کو سمع و طاعت پر ابھارنے کے لیے اندر سے ایک تحریک کی ضرورت ہے اور یہ حاصل ہوتی ہے ایمان سے۔ محض قانونی ایمان نہیں‘ بلکہ یہاں حقیقی ایمان‘ شعوری ایمان‘ بصیرت والا ایمان‘ یقین قلبی والا ایمان درکار ہے۔ عمل اس کے تابع ہوگا۔ ایمان جتنا گہرا ہوگا‘ عمل اتنا ہی بہتر ہوتا چلا جائے گا۔ کسی کے دل کے اندر ایمان کتنا گہرا ہے‘ اس کو ناپا نہیں جا سکتا۔ ؎

دِل دریا سمندروں ڈُونگے
کون دِلاں دِیاں جانے ہُو

ایمان کی بنیاد پر دل کے اندر سے تحریک اُٹھے گی اور قلبی یقین والا یہ ایمان ہمیں قرآن سے ملے گا۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ (الانفال)

''اور جب انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب ہی پر توکّل کرتے ہیں۔''

علامہ اقبال اسی بات کو یوں بیان کرتے ہیں: ؎

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

''یہ قرآن جب کسی کے دل کے اندر داخل ہو جاتا ہے تو اندر کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ اور جب اندر کی دنیا بدل جاتی ہے تو باہر کی پوری دنیا بدل جاتی ہے۔''

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان دس نکات کے تقاضے کیا ہیں۔

عبادتِ ربّ

سب سے پہلا تقاضا ہے: بندگی ٔربّ' عبادتِ ربّ۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکزی نکتہ یہی تھا۔ ہر نبی نے اپنی قوم سے یہی کہا:

﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (الاعراف:۶۵)

''اے میری قوم! اللہ کی بندگی اختیار کر' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ پوری دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے' لہٰذا آپ نے پوری نوعِ انسانی کو وہی دعوت دی جو تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دی تھی۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرة)

''اے لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اُس ربّ (مالک) کی جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلے جتنے لوگ گزرے ہیں (انہیں بھی پیدا کیا) تاکہ تم بچ سکو۔''

دُنیا میں افراط اور تفریط کے دھکوں سے بچ سکو اور آخرت میں اللہ کی پکڑ سے بچ سکو۔ لہٰذا ہمارا اصل کام بندگی ہے۔ اللہ ہمارا رب ہے اور ہم اس کے عبد ہیں۔ عبادت لفظ عبد سے بنا ہے۔ یعنی ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور غلام کا کوئی کام متعین نہیں ہوتا' کوئی وقت متعین نہیں ہوتا' کوئی استحقاق نہیں ہوتا۔ اللہ جتنا چاہے دے دے' لیکن غلام کا کام اپنے رب کی محض اطاعت اور فرماں برداری کرنا ہے۔ جو دنیا میں غلامی اختیار کرے گا تو آخرت میں اسے آزادی

ملے گی۔ جو دنیا میں مادر پدر آزاد ہوگا‘ آخرت میں اس کے لیے غلامی ہوگی اور وہ زنجیروں کے اندر جکڑا جائے گا۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔ یہاں پر تو وضو‘ نماز‘ روزہ‘ حج‘ زکوٰۃ‘ دین کی دعوت‘ دین کی اقامت‘ نظم وضبط‘ اخوت اور محبت کی ساری چیزیں اختیار کرنا واقعتاً قید خانہ کی طرح مشقتیں ہی محسوس ہوتی ہیں۔ عبادت کی اصل روح یہ ہے کہ پوری زندگی میں اللہ کی محبت سے سرشار ہو کر اُس کی کامل اطاعت کی جائے۔ یعنی

Total obedience with love and affection in the whole life

اس ضمن میں دو چیزیں بہت اہم ہیں: عبادت اور محبت۔ یہی ہر انسان کا مقصدِ تخلیق ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶﴾ (الذّٰریٰت)

’’اور مَیں نے نہیں پیدا کیا جِنّوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔‘‘

اطاعت اگر محبت سے خالی ہوگی تو یہ فقط رسمی ہوگی‘ مجبوری کی اطاعت ہوگی‘ مارے باندھے کی اطاعت ہوگی۔ بقول علامہ اقبال:؎

رہ گئی رسمِ اذاں‘ روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا‘ تلقینِ غزالی نہ رہی!

اطاعت اگر جزوی ہے تو پھر یہ اللہ کی اطاعت نہیں بلکہ اپنے نفس کی اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ نفس کے لیے جو چیز آسان ہے وہ انسان کر لیتا ہے اور نفس کے لیے جو چیز مشکل ہے اس کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔

عبادت اور عبادات کا باہمی تعلق

لوگوں سے جب پوچھا جاتا ہے عبادت کے معنی کیا ہیں تو کہتے ہیں کہ نماز‘ روزہ‘ حج‘ زکوٰۃ‘ یعنی عبادات‘ جب کہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ عبادات درحقیقت عبادت کے لیے سپورٹ کا کام دیتی ہیں‘ جیسے کوئی چھت ہے تو اس کے نیچے ستون کھڑے کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا: ((اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ))۔ کوئی خیمہ کھڑا کرنا ہو تو اس کے سہارے کے لیے بانس لگائے جاتے ہیں تاکہ وہ کھڑا ہو سکے۔ اصل مقصد بانس لگانا نہیں ہوتا۔ درحقیقت عبادت کا تصوّر پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو کر اُس کی کامل

اطاعت اور فرماں برداری کرنا ہے جس کے لیے عبادات مدد فراہم کرتی ہیں۔ نماز انسان کو اللہ کی بندگی کی یاد دلاتی ہے‘ ایمان کو تازہ کرتی ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝﴾

’’ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔‘‘

اسی طرح نفس کے اندر جو خواہشات‘ تمنائیں‘ شہوات اور مرغوباتِ نفس ہیں ان کو قابو کرنے کے لیے روزہ جیسی عبادت اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی تاکہ ہم اُس کی بندگی کا حق ادا کرسکیں۔ دل میں چونکہ مال کی محبت بہت زیادہ قوی ہوتی ہے لہٰذا اس محبت کو کھرچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نظام دیا۔ حج عبادات میں سے جامع ترین ہے۔ اس میں انسان سفر بھی کرتا ہے‘ خرچ بھی کرتا ہے اور مشقت بھی جھیلتا ہے۔ طواف بھی ہے‘ سعی بھی ہے‘ رمیٔ جمرات بھی ہے۔

دعوتِ بندگی

دوسرا تقاضا ہے ’’دعوتِ بندگی‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو آگے پہنچانا۔ جب ہمیں یہ شعور حاصل ہوگیا کہ ہماری تخلیق کا مقصد اللہ کی بندگی ہے تو اب ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی دعوت اپنے بھائیوں کو بھی دیں۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ)) ’’دین نصح و خیر خواہی ہے‘‘۔ دین خلوص اور اخلاص کا نام ہے‘ وفاداری سے عبارت ہے۔ جب پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کس کی وفاداری اور کس کی خیر خواہی؟ فرمایا: ’’اللہ کی‘ اُس کی کتاب کی‘ اُس کے رسول کی اور مسلمانوں کے جو حکمران ہیں‘ امراء ہیں اور عوام الناس‘ تمام لوگوں کی خیر خواہی۔‘‘ (صحیح مسلم) اسی خیر خواہی کے تقاضے کے تحت اب ہم وہی دعوت اپنے ساتھیوں کو بھی دیں‘ البتہ اس میں ہمارا اپنا کوئی مقصد نہ ہو۔ کوئی علمیت کی دھونس جمانا مقصود نہ ہو۔

ختمِ نبوت کا منطقی تقاضا بھی یہی ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی عمل کیا۔ وہ دس افراد جن کو دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی یعنی عشرۂ مبشرہ‘ ان میں سے چھ افراد وہ ہیں جو حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر ایمان لائے۔ یہ دعوت دینا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ ہم بنی نوعِ انسان پر حُجّت قائم کرسکیں۔ دنیا میں اب نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی رسول‘ نہ وحی آئے گی نہ ہی کتاب۔ دنیا میں انسان تو پیدا ہو رہے ہیں۔ ان تک یہ پیغام اب اُمّتِ مُسلمہ نے پہنچانا ہے‘ ان پر حُجّت قائم کرنی ہے تاکہ ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ ہو۔ کوئی قیامت کے دن یہ نہ کہہ

سکے کہ ’’اے اللہ! ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ تیرے دین کے تقاضے کیا ہیں!‘‘ لہٰذا اب اس پیغام کو آگے پہنچانا اُمّتِ مُسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: ((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) (متفق علیہ) یعنی اب جو یہاں موجود ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اُن تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

اگر نہ پہنچایا تو حُجّت الٹی ہم پر قائم ہو جائے گی۔ قیامت کے دن وہ کہیں گے کہ اے اللہ‘ مسلمان یہ تھے‘ کتاب ان کے پاس تھی‘ رسول ان کے پاس آئے تھے۔ انہوں نے نہ خود عمل کیا نہ ہم تک پہنچایا۔ یہ خزانے کا سانپ بنے بیٹھے رہے۔ آپ نے عذاب دینا ہے تو ان کو دیں۔ ہم تک تو دین پہنچا ہی نہیں۔ چنانچہ یہ اُمّتِ مُسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ اُمّت کی غرضِ تاسیس کے ضمن میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرۃ۱۴۳)

’’اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمّتِ وسط بنایا ہے‘‘

یعنی یہ اُمّت درمیان میں ہے‘ یہ ایک لنک ہے۔ ایک طرف محمد ﷺ سے لے رہے ہیں اور دوسری طرف آگے پہنچا رہے ہیں۔ اس کا ترجمہ ’’بہترین اُمّت‘‘ بھی ہے۔ اگر یہ بہترین اُمّت ہے اور درمیانی اُمّت ہے تو اس لیے کہ:

﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ﴾

(البقرۃ:۱۴۳)

’’تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔‘‘

جیسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے دین کی گواہی دی‘ اس کا بہترین نمونہ بنا کر تمہیں دکھایا اب تم نے اس گواہی کو آگے پہنچانا ہے۔ یہ تم پر ذمہ داری ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم اُمّتِ مُسلمہ ہیں تو جنت ہمارا پیدائشی حق ہے۔ جنت یقیناً ہر شخص کی خواہش بھی ہے‘ دعا بھی ہے لیکن اس کے لیے بحیثیت امّتی اس پیغام کو آگے پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ البتہ یہ پیغام قرآن مجید کی وساطت سے پہنچایا جائے گا:

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝۴۵﴾ (ق)

’’(اے نبی ﷺ!) پس نصیحت کرایئے اِس قرآن کے ذریعے سے اُس شخص کو جو

میری وعید سے ڈرتا ہو۔‘‘

یا جیسے سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ﴾ (المائدۃ:٦٧)

’’اے رسول! (ﷺ) پہنچا دیجیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے ربّ کی جانب سے۔‘‘

اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) (صحیح البخاری)

’’تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔‘‘

حالی نے کہا تھا: ؎

اُتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اور: ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

اقامتِ دین

دینِ اسلام کا تیسرا اور بھاری بھرکم فریضہ ہے: نظامِ خلافت کو قائم کرنا۔ اس کے لیے یہ اصطلاحات بھی ہیں: دین کو قائم کرنا‘ اقامتِ دین‘ اظہارِ دین‘ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا قیام‘ ربّ کی دھرتی ربّ کا نظام۔ مقصد ایک ہی ہے کہ اللہ کے دین کو قائم کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوۡحًا وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡهِ ؕ﴾ (الشوریٰ:١٣)

’’(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو کہ قائم کرو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔‘‘

پانچ عظیم ترین رسولوں کے نام لے کر ہمیں یہ وصیت کی گئی:

﴿اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ ؕ﴾

''دین کو قائم کرواور اس (کو قائم کرنے) میں متفرق نہ ہو جاؤ۔''

یعنی دین میں متفرق نہ ہو جاؤ یا قائم کر لینے میں متفرق نہ ہو جاؤ۔

اب اُمّتِ مُسلمہ کی فوز وفلاح اور سربلندی اس تیسرے فریضہ کی ادائیگی پر موقوف ہے' ورنہ عذاب کے کوڑے پڑتے رہیں گے۔ ۱۲۵۸ء میں منگولوں کے ہاتھوں اتنا بڑا کوڑا برسا کہ عراق کے اندر مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اسی طرح ۱۴۹۲ء میں سپین سے مسلمانوں کا اخراج ہوا اور ایک مسلمان بھی باقی نہ رہا۔ جو مسلمان آٹھ سو سال سے وہاں حکومت کر رہے تھے ان کو نکال دیا گیا۔ یہ عذاب کا دوسرا کوڑا تھا۔ پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد اکثر مسلمان ممالک یورپ کے زیر نگیں آ گئے۔ ان کو تقسیم کر کے چھوٹے چھوٹے ملک بنا دیے گئے۔ کہیں انگریزوں کا' کہیں فرانسیسیوں کا' کہیں ولندیزیوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ دَور بھی ہم نے دیکھا۔ یہ عذاب کے کوڑے ہیں۔ آج اگر دیکھیں کہ فلسطین کا کیا حال ہے' غزہ کا کیا حال ہے' کشمیر کا کیا حال ہے' شام' عراق' لیبیا' روہنگیا' ہندوستان کے مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ بہت بڑے زوال سے دوچار ہے۔ بقول حالی: ؎

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے\
اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے\
مانے نہ کبھی کہ مدّ ہے ہر جزر کے بعد\
دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے!

اُمّت کے اندر جس اتحاد کی دعائیں ہم مانگتے ہیں وہ نظر نہیں آتا' سوائے قرار دادِ مذمت کے یا پھر کبھی کبھار کوئی ایک نعرہ لگا دیا بس۔ اُمّتِ مُسلمہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ غزہ کے مسلمان کس بہادری کے ساتھ شہادت پا رہے ہیں۔ بچے اور عورتیں شہید ہو رہے ہیں۔ ہسپتال' تعلیم گاہیں تباہ ہو رہی ہیں۔ اس کے باوجود کوئی میدان میں آنے کو تیار نہیں۔ اگر ہم سربلندی چاہتے ہیں' اگر ہم فوز وفلاح چاہتے ہیں تو دینِ حق کو قائم کرنے کی جِدّ وجُہد کریں۔ جو معاشرہ اللہ کے حکم کو پیچھے ڈال کر دوسروں کی فرماں برداری قبول کر لے' یو این او کا حکم مان لے یا امریکہ کا' یا آئی ایم ایف کا حکم مان لے کہ ہاں ہم سود پر قرضہ لیں گے' عوام پر مزید ٹیکس لگائیں

گے تو ایسا معاشرہ سرکش‘ باغی اور طاغوتی معاشرہ ہے۔ قرآن کا فیصلہ ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴﴾ (المائدۃ)

’’اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔‘‘

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۵﴾ (المائدۃ)

’’اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔‘‘

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷﴾ (المائدۃ)

’’اور جو لوگ فیصلے نہیں کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکام وقوانین کے مطابق‘ وہی تو فاسق ہیں۔‘‘

یہ بھی فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۵۶﴾ (البقرۃ)

’’تو جو کوئی بھی طاغوت کا انکار کرے اور پھر اللہ پر ایمان لائے تو اُس نے بہت مضبوط حلقہ تھام لیا‘ جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

لہٰذا اس فریضے کی ادائیگی کے لیے اس وقت تک جہاد جاری رکھو‘ جِدّوجُہد جاری رکھو جب تک یہ سیکولر نظام جو نظریاتی (theoretically) اور عملی طور پر بھی ہم نے اپنایا ہوا ہے‘ ختم نہ ہو جائے اور دین کُل کا کُل اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔

آخری بات یہ ہے کہ پاکستان ہمارا ملک ہے۔ ہمیں اس سے محبت بھی ہے اور یہ ایک خاص ملک ہے: ؎

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

یہ واحد ملک ہے جو اسلام کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ پاکستان کا مطلب ہے: ’’لا الٰہ اِلاّ اللہ‘‘ اور اس کی بقا اور استحکام بھی نفاذِ اسلام میں ہے۔ جب تک یہاں اسلام کا نفاذ نہیں ہوتا‘ نہ اس کی بقا ہے اور نہ ہی اس کا استحکام۔ واقعہ یہ ہے کہ انتشار ہی انتشار رہے گا۔ ذہنی انتشار بھی رہے گا‘ سیاسی انتشار بھی رہے گا اور ساتھ معاشی غلامی‘ سیاسی غلامی‘ دہشت گردی‘ اخلاقی تنزلی اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت اور فرقہ واریت‘ یہ سب چیزیں بڑھتی چلی جائیں گی۔ قتل ہوتے

رہیں گے اور امن کا بیڑا غرق ہوتا رہے گا۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اس فریضہ کے لیے جِدّ و جُہد کو پسِ پشت ڈال دیا۔

یہ ہیں وہ تقاضے یعنی خود دین پر عمل پیرا ہونا‘ اللہ کے کلام کو آگے پہنچانا اور پھر دینِ حق کو قائم کرنے کی جِدّ و جُہد کرنا‘ محنت کرنا‘ کوشش کرنا۔ جب اللہ چاہے گا تو دین بھی قائم ہو جائے گا‘ لیکن کوشش ہمارے ذمہ ہے۔ اسی کو جہاد فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ یہی جہاد ہے‘ یہی محنت ہے کہ اللہ کا دین سر بلند ہو جائے۔ وقت بہت تھوڑا ہے‘ حالات بڑی تیزی سے پلٹا کھا رہے ہیں‘ قیامت کی نشانیاں بڑی تیزی کے ساتھ ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ ہم نے اس کام کو آگے بڑھانا ہے۔ ہم نے اپنی کوششوں کو‘ اپنی محنت کو دگنا کرنا ہے۔ یہ فریضہ پوری خیر خواہی کے ساتھ سرانجام دینا ہے۔ دوسروں کو سمجھانا ہے۔ ؎

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے!

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دینِ اسلام کے تقاضوں کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

❁❁❁

ماھنامہ ”میثاق“ لاھور

داعئ قرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قرآنی فکر کا ترجمان‘ ایک علمی‘ دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مرّبیّن‘ تعلیمی اداروں‘ لائبریریوں‘ مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست‘ احباب اور اعزہ و اقرباء تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا!

اہتمام وانصرامِ نوم

(Sleep Management)

سعد عبداللہ ☆

آج کا انسان اپنی زندگی میں طرح طرح کی جسمانی' روحانی اور ذہنی الجھنوں کا شکار ہے۔ اس کے مختلف اسباب ہیں' جن میں سے ایک اہم سبب دن اور رات کے اوقات کی پابندی نہ کرنا ہے۔ عموماً لوگ رات گئے تک جاگتے رہتے ہیں اور صبح دیر تک پڑے سوتے رہتے ہیں جس سے بے شمار مسائل جنم لے رہے ہیں۔

قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ دن محنت و مشقت جبکہ رات آرام کے لیے بنائی گئی ہے۔ ذیل میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں:

- ﴿وَّجَعَلۡنَا نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا ۙ﴿٩﴾ وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا ۙ﴿١٠﴾ وَّجَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾﴾ (النباء)

''اور ہم نے نیند کو تمہارے لیے آرام کا ذریعہ بنایا' اور رات کو تمہارے لیے پردہ بنایا' اور دن کو تمہارے لیے معاش کا وقت بنایا۔''

- ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الَّيۡلَ لِبَاسًا وَّالنَّوۡمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوۡرًا ﴿٤٧﴾﴾ (الفرقان)

''اور وہی (اللہ) تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ بنایا اور نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا اور دن کو اُٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔''

- ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَابۡتِغَآؤُكُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ﴾ (الروم:٢٣)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات میں سونا اور دن میں اس کا فضل (رزق) تلاش کرنا۔''

☆ استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد' حیدر آباد

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہر چیز ایک نظام کے تحت خلق کی ہے۔ چاند‘ سورج اپنے نظام العمل کے مطابق چل رہے ہیں۔ اسی طرح نیند کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ وقت کا تعین کیا ہے۔ ایک عام تصور یہ ہے کہ کسی بھی وقت سونے سے نیند کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے یعنی تھکن وغیرہ پوری ہو جاتی ہے جبکہ اصل اہمیت نیند کے اوقات کار کی ہے جس میں تھکن ختم ہوتی اور انسان چاق چوبند ہوتا ہے۔

تنظیم المنام ہماری دینی زندگی کا لازمی جزو ہے جس کی ترتیب کا خیال رکھنا ہر بندہ مؤمن پر لازم ہے۔ جو لوگ زیادہ کام کرنے والے ہیں وہ اس حوالے سے لازماً اچھے ہوں گے۔

صبح کا وقت

- سیدنا صخر غامدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

  ((اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا)) (سنن ابی داود:۲۶۰۶)

  ’’اے اللہ! میری اُمّت کے لیے صبح کے وقت میں برکت عطا فرما۔‘‘
- بعض کُتبِ حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

  ’’صبح کی نیند رزق کو روک دیتی ہے۔‘‘ (مسند احمد)

  تاہم محدّثین کے نزدیک یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔
- دن اصل میں فجر سے ظہر کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی نماز کا وقت ہماری نیند میں خلل ڈالنے کے لیے نہیں رکھا بلکہ یہ وقت تخلیقی کام کے لیے آئیڈیل ہے۔

قیلولہ

قیلولہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستقل سنت ہے۔ قیلولہ کرنے کے بعد انسان کا دن دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

  ((قِیْلُوْا فَاِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَا تَقِیْلُ)) (سلسلہ احادیث صحیحہ:۱۶۴۷)

  ’’قیلولہ کیا کرو‘ بے شک شیاطین قیلولہ نہیں کرتے۔‘‘
- ۱۱ بجے سے عصر تک کے درمیان کسی وقت بھی قیلولہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ عمل ہمارے جسم کو دوبارہ کام کرنے کے لیے تروتازہ کر دیتا ہے۔ قیلولہ کے دوران نیند آنا ضروری نہیں ہے۔

رات (عشاء)

- شریعت میں عشاء کے بعد دنیوی بات کرنا تک مکروہ ہے۔ آپ ﷺ نے مغرب کے بعد سونے کو ناپسند فرمایا جبکہ عشاء کے بعد دنیاوی گفتگو کرنے کو ناپسند فرمایا۔ (ترمذی)
- بڑے شہروں کی بنسبت دیہاتوں اور قبائلی علاقوں میں یہی طرزِ زندگی نظر آتا ہے۔
- اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ پانچ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔ آدھی رات یا تہائی رات میں وہ تہجد ادا کرتے تھے۔

کھانے اور سونے کا تعلق

- جو شخص وقت پر سوئے گا وہ بہت کم بیمار ہوگا۔ شوگر اور بلڈ پریشر کے مریضوں کو ڈاکٹر یہی مشورہ دیتے ہیں کہ کھانے اور سونے کے اوقات مقرر کرلیں۔ سونے سے پہلے چائے یا کافی پینا بڑا خطرناک ہے۔ یہ چیزیں نیند کو منفی طور پر متاثر کرتی ہیں۔

مرنے والی اُمّتوں کا عالمِ پیری

جب مغل سلطنت کمزور ہوگئی اور اس کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تخت نشین تھے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج نے دہلی کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ انگریز سپاہیوں کا روزانہ کا معمول کچھ اس طرح تھا کہ دن کا آغاز چار بجے ہوتا' پھر ڈرل ہوتی' پھر ناشتہ' صبح ۱۱ بجے کھانا' پھر آرام۔ ۷ بجے عشائیہ' پھر چھوٹی موٹی light gathering اور دن کا اختتام۔ اس کے برعکس بادشاہت کی صورت حال یہ تھی کہ جیسے ہی مغرب کی اذان ہوتی تو شہر کے شرفاء ایک جگہ جمع ہوتے' مشاعرہ ہوتا۔ غالب اور بہادر شاہ ظفر بھی شاعری کرتے۔ عشاء تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر کچھ لوگ چلے جاتے اور اشرافیہ کے لیے رقص کا آغاز ہوتا جو اس حال میں ختم ہوتا کہ جب لوگ گھر جا رہے ہوتے تو فجر کی اذان ہو رہی ہوتی۔ اقبال نے بجا فرمایا: ع ''یہی ہے مرنے والی اُمّتوں کا عالمِ پیری!''

غیر ضروری یا غیر وقت سونے کے نقصانات

- صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔
- دماغ موٹا ہو جاتا ہے۔ زیادہ سونے والے ذہین نہیں ہوتے۔
- نظر کمزور ہو جاتی ہے۔

- جسم میں کولیسٹرول بڑھنے لگتا ہے۔
- شوگر کی بیماری ہو جاتی ہے۔

سونے کی سُنّتیں

- جلدی سونا‘ جلدی اٹھنا
- عشاء کی نماز سے پہلے نہ سونا
- سونے سے پہلے بستر جھاڑ لینا
- باوضو سونا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِن مُسلِمٍ يَبِيتُ علٰى ذكر طاهِرًا، فيتعار مِنَ اللَّيل، فيسأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنيا وَالآخِرَةِ إِلَّا أعطاه إِيَّاهُ)) (سنن ابی داؤد)

’’جو شخص وضو کی حالت میں ذکر کرتے ہوئے سو جائے اور پھر جب رات کے کسی پہر اس کی آنکھ کھلے یا بستر پر وہ کروٹ لے‘ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی کی جو بھی دعا مانگے گا‘ تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرمائیں گے۔‘‘

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم سونے لگو تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرو‘ پھر دائیں کروٹ لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ)) (صحیح البخاری)

’’اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ اپنا معاملہ تیرے ہی سپرد کر دیا۔ میں نے تیرے ثواب کی توقع اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے ہی پشت پناہ بنا لیا۔ تیرے سوا کہیں پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! جو کتاب تو نے نازل کی اور جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو نے بھیجا میں اس پر ایمان لایا۔‘‘ اگر تم اس حالت میں اسی رات مر گئے تو فطرت پر مرو گے۔ اور اس دعا کو سب باتوں کے اخیر میں پڑھو۔‘‘

- سونے کی دعا پڑھنا:

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا

''اے اللہ! مَیں تیرے نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔''

- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر لیٹے تو پہلے اپنا بستر اپنے ازار (کسی چادر وغیرہ) کے کونے سے جھاڑ لے' کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی بے خبری میں کیا چیز بستر پر آ گئی ہو۔ پھر یہ دعا پڑھے:

بِاسْمِکَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ، اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا، وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ (صحیح البخاری)

''پروردگار! میں تیرے نام پر اپنا پہلو ڈال کر لیٹتا ہوں اور تیرے ہی نام سے اسے اٹھاتا ہوں۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو تُو اس پر رحم فرما' اور اگر چھوڑ دے تو اس کی اسی طرح حفاظت فرما جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔''

- آیۃ الکرسی' سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھنا:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم بستر پر سونے کے لیے جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو' اس کی وجہ سے اللہ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان (فرشتہ) مقرر ہو جائے گا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب نہ آسکے گا۔

- سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق' سورۃ الناس تین مرتبہ پڑھ کر اپنے آپ پر دم کرنا۔
- سونے سے پہلے روشنی بند کرنا' دروازہ بند کرنا' پانی کا برتن ڈھکنا' کھانے کا برتن ڈھکنا۔
- اگر بُرا خواب آئے تو الٹی طرف تین مرتبہ تھوکنا اور تعوذ پڑھنا۔
- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بیشک اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور بُرا خواب (جس میں گھبراہٹ ہو) شیطان کی طرف سے ہوتا ہے' اس لیے جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو بُرا اور ناگوار ہو تو جاگتے ہی تین مرتبہ بائیں طرف تھوتھو کرے اور اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے' اس طرح کرنے سے بُرے خواب کا اسے نقصان نہیں ہوگا۔'' (بخاری)

- نبی ﷺ نے فرمایا:

''اپنا خواب صرف کسی عالم یا خیر خواہ ہی سے بیان کرو۔'' (سنن الدارمی)

- اگر ممکن ہو تو قبلہ رخ پاؤں نہ کرنا۔
- سیدھی طرف سونا' اوندھے منہ نہ سونا۔

(باقی صفحہ 69 پر)

نمازِ تہجّد کی اہمیت وفضیلت

حافظ عطاء الرحمٰن

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ:

''جب قیامت کا دن ہوگا (تمام خلائق ایک میدان میں جمع ہوں گے) اُس وقت ایک منادی پکار کر کہے گا: ''ابھی سارا مجمع جان لے گا کہ عزت واکرام کے لائق کون لوگ ہیں! کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے' وہ اپنے رب کو پکارتے تھے خوف اور اُمید رکھتے ہوئے اور ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے تھے؟'' پھر یہ لوگ کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے چلے جائیں گے۔ پھر (دوبارہ) منادی پکار کر کہے گا: ''ابھی سارا مجمع جان لے گا کہ عزّت واکرام کے لائق کون لوگ ہیں! کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی؟'' یہ لوگ بھی کھڑے ہوں گے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے چلے جائیں گے۔ پھر (تیسری مرتبہ) منادی پکار لگائے گا اور کہے گا: ''ابھی سارا مجمع جان لے گا کہ عزّت واکرام کے لائق کون لوگ ہیں! کہاں ہیں وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے تھے؟'' پھر یہ لوگ بھی کھڑے ہوں گے جو کہ بہت ہوں گے۔اس کے بعد جولوگ باقی رہ جائیں گےان پر حساب اورانجام ہوگا۔'' (شعب الایمان)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے مقرب' محبوب بندوں اور جنت میں بلند درجات پانے والے اہلِ ایمان کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ساری رات غفلت میں سو کر نہیں گزارتے بلکہ راتوں کو اُٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں' اُس کے سامنے باادب کھڑے ہوتے ہیں' عاجزی سے سجدے کرتے ہیں' اُس کو پکارتے ہیں اور اُس کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں۔ چنانچہ:

☆ سورۃ السجدہ میں اہلِ ایمان کی عبادت میں شب بیداری اور اس کے بدلے میں آخرت میں

ملنے والی عالی شان نعمتوں کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے:

﴿تَتَجَافٰی جُنُوۡبُہُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۷﴾﴾

’’ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ ہو جاتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو (ثواب کی) امید سے اور (عذاب کے) خوف سے پکارتے ہیں‘ اور وہ ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ یہ ان کے (نیک) اعمال کا بدلہ ہے۔‘‘

رات کے وقت اکثر لوگ سونے میں مشغول ہوتے ہیں‘ ایسے میں راحت و آرام کو چھوڑ کر نماز اور عبادت میں مشغول ہونا اتنا آسان نہیں بلکہ یہ بڑا مشقت والا کام ہے۔ اس میں اخلاص و للّٰہیت ہی غالب ہوتی ہے یعنی ریا و نمود کا خطرہ بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس نیک عمل کے بدلہ میں سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا ایسا سامان تیار کیا ہے جس کا کوئی شخص کبھی تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

☆ سورۃ الذّاریات میں ارشاد ہے کہ متقی لوگوں کو جنت میں نعمتیں جن اچھے اعمال کے بدلے میں ملیں گی ان میں ایک عظیم عمل شب بیداری کا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰہُمۡ رَبُّہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۶﴾ کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَہۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالۡاَسۡحَارِ ہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾﴾ (الذّٰریٰت)

’’بے شک متقی لوگ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے‘ ان کے رب نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہوگا وہ اسے (خوشی خوشی) لے رہے ہوں گے‘ (اور یہ کیوں نہ ہو؟) وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرتے تھے‘ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور (باوجود اس کے) وہ سحری کے وقت (اپنی کوتاہی پر) استغفار کرتے تھے۔‘‘

☆ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں ’’عباد الرحمٰن‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرّب اور مقبول بندوں کی متعدد صفات کا ذکر ہے‘ اُن میں شب بیداری کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے:

﴿وَ الَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾﴾

’’اور وہ رات گزارتے ہیں اپنے رب کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے۔‘‘

☆ سورۂ آلِ عمران میں جنت کے مستحق لوگوں کی صفات بیان ہوئی ہیں کہ وہ صبر کرنے والے‘ سچ بولنے والے‘ فرماں برداری کرنے والے‘ مال خرچ کرنے والے اور سحری کے وقت اللہ سے مغفرت طلب کرنے والے لوگ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے متعدد ارشادات میں بھی عبادت اور قیام میں رات گزارنے کی فضلیت واہمیت بیان ہوئی ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

☆ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ، فَاِنَّہٗ دَأْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ، وَ ھُوَ قُرْبَۃٌ لَکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَ مَکْفَرَۃٌ لِلسَّیِّئَاتِ وَمَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ)) (الترمذی)

’’تم رات کے قیام (یعنی تہجد کی نماز) کو لازم پکڑو‘ کیونکہ یہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا معمول رہا ہے‘ اور یہ تمہارے لیے اپنے ربّ کا قرب حاصل کرنے کا (اہم) ذریعہ ہے‘ اور یہ برائیوں کو مٹانے والا اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے تہجد کی نماز کی پابندی کا حکم دینے کے ساتھ اس کے کچھ فوائد اور اچھے نتائج وثمرات بھی بیان فرمائے ہیں۔ رات کو اُٹھ کر نماز اور عبادت میں وقت گزارنا گزشتہ اُمتوں کے نیک بندوں کا دستور اور معمول رہا ہے۔ گویا اگر تم اس کا اہتمام کرو گے تو تم بھی اللہ کے نیک بندوں میں شمار ہو گے۔ ہر انسان اپنی پسندیدہ اور آئیڈیل شخصیات کی پیروی کرتا ہے اور مسلمان کی پسندیدہ شخصیات تو اللہ کے نیک بندے (عباد اللہ الصالحین) ہیں‘ لہٰذا ہم کو ان کی پیروی کرنا چاہیے‘ اور ان کی طرح شب بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے اور ہمیں آپ ﷺ کی اتّباع کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ عبادت میں شب بیداری یا قیام اللیل میں آپ ﷺ کے معمول کے بارے میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ لَا یَدَعُہٗ ، فَاِنْ مَرِضَ قَرَأَ وَھُوَ قَاعِدٌ

(مسند احمد)

’’رسول اللہ ﷺ اسے کبھی نہیں چھوڑتے تھے‘ اگر آپ بیمار ہوتے تو بیٹھ کر پڑھتے تھے۔‘‘

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ ’’آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز اتنی لمبی اور اتنی حسین ہوتی تھی کہ کچھ نہ پوچھو‘‘ اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ رات کی نماز کی طوالت اور کثرت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک (سوج جاتے اور) پھٹ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؐ اتنی مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کی اگلی اور پچھلی سب خطائیں معاف کر دی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُونَ عَبْدًا شَکُورًا))(صحیح البخاری:۴۸۳۷) ’’کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟‘‘

☆ قیام اللیل رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ رات کو جاگ کر نمازِ تہجد میں وقت گزارنا ایک اہم نفلی عبادت ہے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کے ساتھ اس کے اہتمام سے بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت نصیب ہو جاتی ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((...مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ، فَاِذَا أَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِی یَسْمَعُ بِہٖ، وَبَصَرَہُ الَّذِی یُبْصِرُ بِہٖ، وَیَدَہُ الَّتِی یَبْطِشُ بِہَا، وَرِجْلَہُ الَّتِی یَمْشِی بِہَا، وَاِنْ سَأَلَنِی لَأُعْطِیَنَّہٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِی لَأُعِیذَنَّہٗ (صحیح البخاری)

’’......میرا بندہ نوافل کی ادائیگی سے بھی میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے‘ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے‘ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے‘ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔‘‘

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَقْرَبُ مَا یَکُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْآخِرِ، فَاِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَکُونَ مِمَّنْ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِی تِلْکَ السَّاعَةِ فَکُنْ))

(رواہ الترمذی و ابوداؤد)

''ربّ تعالیٰ اپنے بندے سے سب زیادہ قریب ہوتا ہے رات کے آخری حصے کے درمیان میں۔ اس لیے اگر تم ان لوگوں میں ہو سکتے ہو جو اس وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں' تو ہو جاؤ!''

☆ قیام اللیل (تہجد کی نماز) گناہوں کا کفّارہ بھی ہے اور برائیوں سے روکنے والا بھی۔ ایک دوسری روایت میں اس کی وضاحت اس طرح ہوئی کہ کسی آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ فلاں آدمی رات کو نماز پڑھتا ہے' پھر دن میں چوری بھی کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ رات کی نماز اُس کو اِس برائی سے روک دے گی جو تم کہہ رہے ہو۔'' (مشکوٰۃ)

نیکی اور گناہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی نیکی کے راستہ پر چلنے کا فیصلہ کر کے اس پر گامزن ہو جائے تو رفتہ رفتہ ساری برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں۔ یہ بات قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے کہ ﴿اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ﴾ (ھود:۱۱۴) ''بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔'' نیک کاموں میں نماز کی بڑی اونچی شان ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ((اَلصَّلَاۃُ خَیْرُ مَوْضُوْعٍ)) (طبرانی) یعنی شریعت میں وضع کردہ اعمال میں نماز سب سے افضل عمل ہے۔ جیسے فرض نماز دوسرے فرائض میں فضیلت رکھتی ہے اسی طرح نفل نماز دیگر نوافل میں فضیلت رکھتی ہے اور نفل نمازوں میں سب سے افضل تہجد کی نماز ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((أَفْضَلُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الْفَرِیضَۃِ قِیَامُ اللَّیْلِ)) (سنن النسائی) ''فرض نماز کے بعد سب سے فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔'' نماز کی ایک خاصیت قرآن کریم میں یہ بیان ہوئی ہے کہ ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ﴾ (العنکبوت:۴۵) ''بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔'' گویا تہجد کی نماز کے اہتمام سے بندۂ مومن کے دل میں ایسی نورانیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے گزشتہ گناہوں کی سیاہی اور نحوست بھی ختم ہو جاتی ہے اور آئندہ کے لیے گناہوں سے دل متنفّر سا ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں نیک اعمال کا شوق زیادہ ہو جاتا ہے اور عبادت کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ اس کے بعد بندۂ مومن کے لیے قربِ الٰہی کی منازل طے کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ پھر اُسے تہجد کی نماز میں جو لذّت اور حلاوت ملتی ہے وہ اسے دو عالَم ہی سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ بقول علامہ اقبال: ؎

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی!

قیام اللیل کی لذت سے آشنا ہو جانے سے متعلق ایک حکایت ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے شاہِ سنجر نے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو نیم روز علاقے کی آمدنی آپ کی خانقاہ کے لیے وقف کردوں۔ آپ نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ مجھے نیم شب کی جو دولت عطا ہوئی ہے اس کے ہوتے ہوئے تمہارے نیم روز کی دولت کا ایک جو بھی نہیں لوں گا۔

چوں چترِ سنجری رخِ بختم سیاہ باد — در دل اگر بود ہوس ملکِ سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب — من ز ملکِ نیمروز بیک جو نمی خرم

''شاہِ سنجر کی سیاہ رنگ کی چھتری کی طرح میرے بخت کا چہرہ سیاہ ہو جائے اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ذرا سی بھی ہوس ہو۔ جب سے مجھے نیم شب (آدھی رات) کی سلطنت حاصل ہوئی ہے میں تمہاری نیم روز کی سلطنت کا ایک جو بھی نہیں لوں گا۔''

ابوسلیمان رحمہ اللہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا قول ہے:

أَهْلُ اللَّيْلِ فِيْ لَيْلِهِمْ أَلَذُّ مِنْ أَهْلِ اللَّهْوِ فِيْ لَهْوِهِمْ، وَلَوْ لَا اللَّيْلُ مَا أَحْبَبْتُ الْبَقَاءَ فِي الدُّنْيَا۔

''شب بیدار لوگوں کو اپنی شب بیداری میں جو لذت نصیب ہوتی ہے وہ عیاشی کرنے والوں کو اپنے سامانِ عیش میں حاصل نہیں ہوتی۔ اور اگر رات نہ ہوتی تو مَیں دنیا میں باقی رہنا پسند نہ کرتا۔''

گویا دنیا میں لذّت وسکون اور راحت صرف مادی چیزوں ہی سے حاصل نہیں ہوتی' کچھ معنوی اور روحانی چیزیں انسان کے لیے زیادہ لذت وسکون اور راحت کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی بعض روایات میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے: ((وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ)) یعنی قیام اللیل جسم سے بیماری کو دور کرتا ہے۔ گویا تہجد کی نماز سے جہاں بہت سے روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہیں یہ جسمانی صحت کے لیے بھی بہت مفید ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ

اللَّيْلِ الْآخِرُ، يَقُولُ: مَنْ يَّدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ؟ (متفق عليه)

''جب رات کا آخری تہائی باقی رہ جاتا اُس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہےاور کہتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو مَیں اُس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے اپنی حاجت کا سوال کرے کہ مَیں اُس کی حاجت پوری کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ مَیں اُس کی مغفرت کروں؟''

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؟ ''کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ)) ''رات کے آخری حصے کے بیچ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔'' (سنن الترمذی)

تہجد کی نماز کے وقت کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک تہجد کا وقت ہے۔ اس دوران میں جو نفلی نماز پڑھی جائے گی وہ تہجد ہی شمار ہوگی' البتہ رات کا آخری تہائی حصہ افضل و اعلیٰ ہے۔ دعا کی قبولیت کے اعتبار سے اسے خاص فضیلت حاصل ہے۔

☆ تہجد کی نماز کا اہتمام کرنے والوں کے لیے احادیث میں ایک بشارت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان کے لیے جنت میں داخلہ آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلے جو بات سنی وہ یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ، وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) (ابن ماجه)

''اے لوگو! سلام کو عام کرو' لوگوں کو کھانا کھلاؤ' صلہ رحمی کرو' اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھو جب کہ سب لوگ سو رہے ہوتے ہیں (یہ کام کرو) تو تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔''

☆ سردی کے موسم میں قیام اللیل نسبتاً آسان ہوتا ہے' کیونکہ دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں' لہٰذا اس موسم میں خاص طور پر قیام اللیل کا اہتمام زیادہ کرنا چاہیے۔ اس حوالے سے حدیث مبارکہ میں بھی ترغیب آئی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلشِّتَاءُ رَبِيعُ الْمُؤْمِنِ ، قَصُرَ نَهَارُهُ فَصَامَ ، وَطَالَ لَيْلُهُ فَقَامَ))

(رواہ البیھقی)

''سردی کا موسم بندۂ مومن کا موسمِ بہار ہے' اس کا دن چھوٹا ہوتا ہے تو وہ روزہ رکھتا ہے اور اس کی رات لمبی ہوتی ہے تو وہ (تہجد کی نماز میں) قیام کرتا ہے۔''

یعنی بندۂ مومن اس قیمتی موقع کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔ ہمیں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دن میں روزے اور رات میں نماز کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر اس موسم کے دو تین مہینے یہ اہتمام کرلیں گے تو' ان شاء اللہ' یہ ہمارا مستقل معمول بن جائے گا اور بعد میں بھی نمازِ تہجد کا سلسلہ جاری رکھنا آسان ہو جائے گا۔ ان دنوں (نومبر تا جنوری) میں عام طور پر رات آٹھ بجے تک عشاء کی نماز سے لوگ فارغ ہو جاتے ہیں۔ اگر رات کو نو بجے بھی سو جائیں تو صبح چار بجے تک سات گھنٹوں میں نیند پوری ہو جاتی ہے۔ شروع کے چند دن شاید کچھ مشکل محسوس ہو لیکن کچھ دن اپنے نفس کو اس کا پابند بنانے کے بعد نماز کے لیے اٹھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ پھر یہ سلسلہ جاری رکھنا بھی آسان ہوگا۔ ان شاء اللہ!

☆ تہجد کی نماز کی اہمیت وفضیلت یوں تو سب اہلِ ایمان کے لیے ہے البتہ ع ''جن کے رُتبے ہیں سوا' ان کو سوا مشکل ہے'' کے مصداق' جو حضرات معاشرے میں کسی درجہ کے دینی رہنما سمجھے جاتے ہیں یا وہ حضرات جو دین کا کام کرتے ہیں (دعوت اِلی اللہ' تبلیغ' دینی تعلیم وتعلّم اور درس و تدریس' قرآن وسُنّت کے علوم کی ترویج واشاعت' معاشرے کی دینی اصلاح' احیائے اسلام اور غلبہ واقامتِ دین کی جِدّوجُہد وغیرہ) ان حضرات کے لیے تہجد کی اہمیت زیادہ ہے۔ اس کو یوں سمجھیے کہ رسولِ اکرم ﷺ پر ابتدائی زمانہ میں جو قرآن مجید نازل ہوا اُس میں سورۃ المزمل بھی ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیام اللیل کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اس سے نبوت کا بارِ عظیم اُٹھانے اور اس کی ذمہ داری ادا کرنے کی طاقت حاصل ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ③ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ⑤ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ⑥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ⑦﴾

’’اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات۔ یعنی آدھی رات‘ یا اس میں سے قدرے کم کردو‘ یا اس سے کچھ بڑھادو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم آپ پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ بے شک رات کے وقت اٹھنا ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے اور بات بھی اچھے طریقے پر کہی جاتی ہے۔ دن میں تو آپ لمبی مصروفیت میں رواں دواں رہتے ہو۔‘‘

جو لوگ احیائے دین‘ اشاعتِ دین یا غلبۂ دین کے کام کو ایک دینی فریضہ اور اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں انہیں یہ بھی اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہمارے کاندھوں پر ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ اب وہ دن گئے کہ جب ٹانگیں پھیلا کر رات بھر سوتے رہتے تھے۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ہمیں مستعد رہنا ہے اور یہ استعداد حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ قیام اللیل ہے۔ بقول علامہ اقبال: ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
عطار ہو‘ رومی ہو‘ رازی ہو‘ غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

نمازِ تہجد کے اہتمام کے لیے کرنے کے کام

- رات کو اٹھنے کی نیت اور پختہ ارادہ کر کے سونا۔ پختہ ارادہ میں یہ بھی شامل ہے کہ اٹھنے کا انتظام کر کے سویا جائے۔ سونے سے پہلے ہی وضو کے پانی اور جائے نماز کا انتظام بھی کر لیا جائے۔ جب آدمی کسی اچھے کام کی نیت اور پختہ ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ کام بآسانی ہو جاتا ہے‘ اگر آدمی کسی وجہ سے وہ کام نہ بھی کر سکے تو نیت کا ثواب بہرحال اسے مل جاتا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى فِرَاشَهُ وَهُوَ يَنْوِي أَنْ يَقُومَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ حَتّٰى أَصْبَحَ كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ)) (سنن النسائی)

’’جو شخص (رات کو سونے کے لیے) اپنے بستر پر آیا اور اس نے نیت کی کہ وہ اُٹھ کر

رات کی نماز پڑھے گا‘ پھر اس پر نیند کا غلبہ ہوا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اُس کے لیے وہ لکھ دیا جاتا ہے جس کی اُس نے نیت کی اور اُس کی نیند اُس کے رب تعالیٰ کی طرف سے اُس پر بخشش ہو جاتی ہے۔‘‘

- رات کو جلدی سونا۔ اگر آدمی جلدی سو جائے تو جلدی اُٹھنا آسان ہوتا ہے۔ اگر بلا معقول وجہ کے رات دیر تک جاگتا رہے گا تو تہجد کی نماز کے لیے اُٹھنا مشکل ہو جائے گا۔
- کھانا کم کھانا۔ زیادہ پیٹ بھر کر کھانے سے سستی بھی ہو جاتا ہے اور نیند بھی ضرورت سے زیادہ آتی ہے‘ ایسی صورت میں تہجد کے لیے اُٹھنا مشکل ہو سکتا ہے۔
- سونے کے لیے سادہ بستر استعمال کرنا۔ زیادہ نرم اور ملائم بستر رات کے قیام میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اُمّ المومنین حضرت حفصہ ؓ سے کسی نے پوچھا: نبی اکرم ﷺ رات کو جس بستر پر آرام کرتے تھے وہ کیسا تھا؟ آپؓ نے فرمایا: ’’آپ ﷺ کا بستر ایک ٹاٹ تھا جسے ہم دوہرا کر کے بچھاتے تھے۔ ایک دن میں نے اس خیال سے وہ ٹاٹ چوہرا کر کے بچھا دیا کہ یہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو جائے گا۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ رات کو کون سا بستر بچھایا تھا؟ میں نے کہا کہ یہ وہی ٹاٹ ہے جو پہلے ہم بچھاتے ہیں البتہ اب میں نے اسے چوہرا کر دیا ہے تاکہ آپ کے لیے نرم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے پہلی حالت پر ہی بچھا دو‘ کیونکہ اس کی نرمی رات کی نماز کے لیے اُٹھنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔‘‘ (شمائل ترمذی)
- گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ اگر آدمی نیکی کے راستے پر چلنا چاہتا ہے تو اسے لازماً گناہوں کو چھوڑنا ہوگا ورنہ یہ گناہ نیکی کے راستے پر چلنے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری ؒ کہتے ہیں کہ ایک گناہ کی وجہ سے میں پانچ ماہ تک قیام اللیل سے محروم ہو گیا تھا۔ کسی نے پوچھا: وہ کون سا گناہ تھا؟ فرمایا: میں نے ایک آدمی کو روتے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ دکھلاوا (ریاکاری) کر رہا ہے۔

- قیام اللیل کے لیے گھر میں باہمی تعاون کرنا۔ شوہر اور بیوی‘ والدین اور اولاد تہجد کی نماز کے لیے ایک دوسرے کو آمادہ بھی کریں اور تعاون بھی۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى، وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى، فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ))

(ابوداوٗد، مسند احمد)

''اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس شخص پر جو رات کو اٹھا' پھر اس نے نماز پڑھی اور اس نے اپنی بیوی کو جگایا' پھر اس نے (بھی) نماز پڑھی۔ پھر اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو شوہر نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس عورت پر جو رات کو اُٹھی' پھر اس نے نماز پڑھی اور اس نے اپنے شوہر کو جگایا' پھر اُس نے (بھی) نماز پڑھی۔ پھر اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو بیوی نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا۔''

☆ آخر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی وہ حدیث پیش ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''عبداللہ خوب آدمی ہے' اگر یہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھا کرے!''

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ اِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرٰى رُؤْيَا أَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا أَعْزَبَ، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي اِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ، وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرُ، فَقَالَ لِي: لَنْ تُرَاعَ، فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ)) قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا (صحیح البخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں جو شخص کوئی خواب دیکھتا تو وہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کرتا۔ میری بھی آرزو تھی کہ مَیں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کروں۔ میں ایک نوعمر جوان لڑکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد میں سویا

کرتا تھا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور جہنم کی طرف لے گئے۔ مَیں نے دیکھا کہ دوزخ کے کنارے پر کنویں کی منڈیر کی طرح منڈیر بنی ہوئی ہے اور اس کے دو ستون ہیں جس طرح کنویں کے ستون ہوتے ہیں اور اس کے اندر لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں۔ تو مَیں نے کہنا شروع کر دیا: مَیں آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' مَیں آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اسی دوران ان دونوں فرشتوں سے ایک اور فرشتہ آ کر ملا' اُس نے مجھ سے کہا: تم مت ڈرو۔ میں نے یہ خواب (اپنی بہن) اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا' حضرت حفصہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ خوب آدمی ہے' اگر یہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھا کرے۔'' سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے جو قیام اللیل کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنی رب کی خاص عنایتوں سے محظوظ ہوتے ہیں۔ آمین!

نگہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی ہوئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل! فغانِ صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ھُو میں!

(تشکر: ماہ نامہ ''حکمت بالغہ'' جھنگ)

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر
کے شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اَقسامِ شرک

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت خاص 400 روپے، اشاعت عام 150 روپے

گھریلو تنازعات: اسباب و تدارک

حافظ محمد اسد ☆

گھریلو جھگڑے تقریباً عام ہیں اور کچھ خاندان خانگی اُمور پر تنازعات کے باعث بکھر بھی گئے، یعنی نوبت علیحدگی تک جا پہنچی۔ اس ضمن میں یہ جاننا ضروری ہے کہ ایسے تنازعات کا سبب کیا ہے اور کیسے اس مسئلہ پر قابو پانا ممکن ہے! اکثر دیکھا گیا ہے کہ مرد اہل خانہ کو وقت نہیں دیتے جبکہ عورت ہمیشہ اپنے شوہر کی مکمل توجہ چاہتی ہے، اور اس میں کسی قسم کا سمجھوتا کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔ خاص طور پر اکلوتی لڑکیاں جن کو اپنے ماں باپ کے گھر میں ہمیشہ توجہ اور لاڈ پیار ملتا ہے اُن کا معاملہ یہ ہے کہ سسرال میں بھی اسی طرح بھرپور توجہ چاہتی ہیں جو ممکن نہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کو تھوڑا سا بھی نظر انداز کرنا ان کے رویے اور سلوک میں تبدیلی لے آتا ہے۔ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اکلوتی بیٹی نے بھی آخر ایک دن سسرال چلے جانا ہے، لہٰذا اپنی بیٹیوں کو بلاوجہ نہیں بگاڑنا چاہیے۔ اُن کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ سسرال کے ماحول میں ہم آہنگی پیدا کریں، ورنہ دن بدن طلاقوں کی شرح میں اضافے سے معاشرہ جس بگاڑ کی طرف چل پڑا ہے اس میں کمی نہ آسکے گی۔ ہمارے ہاں طلاق یافتہ عورت کا دوبارہ گھر بس جانا بے حد دشوار ہوتا ہے۔

خاندانی اختلافات دور کرنے میں رکاوٹ

زوجین کے مابین اختلافات دور کرنے میں جو چیز سب سے بڑی رکاوٹ بنتی ہے وہ خود بینی اور خود پسندی ہے۔ انسان جب صرف اپنی خوبیوں کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو ''عقل کُل'' سمجھتا ہے تو اُسے اپنے میں کبھی کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ اس وقت اور بھی برا ہوتا ہے جب دونوں میاں بیوی اس مرض میں مبتلا ہوں، لہٰذا دونوں اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں مشکل بنا لیتے ہیں۔

☆ استاذ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی

خاندانی اختلافات کے چند اسباب

میاں بیوی کے خیالات کا ایک دوسرے سے نہ ملنا بھی تنازع کا ایک سبب بن سکتا ہے۔

ایک خاتون سے جب ازدواجی زندگی کے نشیب وفراز کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ میرے میاں کو ہر وقت گھومنے پھرنے کا شوق ہے جبکہ مجھے گھر پر رہ کر خانہ داری کرنے میں مزہ آتا ہے۔ وہ چائینز کھانے کے دل دادہ ہیں لیکن مجھے چٹ پٹے کھانے اچھے لگتے ہیں۔ سات سال ہو گئے' نہ میری پسند بدل سکی نہ ان کی۔ میرا خیال ہے ہماری پسند ناپسند کبھی ایک نہ ہو سکے گی لیکن گزارہ ہو رہا ہے۔ کبھی وہ میری' کبھی میں ان کی بات مان لیتی ہوں۔ اگر ہم ضد یا ہٹ دھرمی کرتے تو شاید ایک ساتھ نہ چل پاتے۔

ایسے حالات میں مرد حضرات کو بھی اپنے رویے میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جس طرح وہ اپنے کاروبار پر توجہ دیتے ہیں' اسی طرح اپنے گھر والوں کو بھی وقت دیں تا کہ گھر کا ماحول بہتر ہو۔ اخلاق و محبت کا ماحول پیدا ہو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ))(مسند البزار' ح:۴۰۹۹)

''بندے کو رزق ایسے تلاش کرتا ہے جیسے بندے کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔''

جب رزق انسان کو موت کی طرح تلاش کرتا ہے تو اس میں اضافے کی کوششوں میں دن رات ضائع کیوں کیے جائیں' لہٰذا اپنے گھر والوں پر بھی توجہ دیں۔

تنازع کا آغاز

اگر میاں بیوی کو اپنی بات سچ ثابت کرنے کے لیے دلائل دینے پڑیں تو سمجھ جائیں کہ گھر بربادی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس مسئلے پر فوراً قابو پانے کی کوشش کریں۔ گھریلو تنازعات کی ایک اہم وجہ بیٹے کا والدین کو وقت نہ دینا بھی ہے۔ ایک کھاتے پیتے گھرانے کے نوجوان کی شادی ہوئی۔ بیاہ سے پہلے اس مختصر سے کنبے میں گہری محبت تھی۔ شام کو کاروبار سے فارغ ہو کر گھر کے سارے افراد اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے' چائے پیتے' تلاوت سنتے اور بات چیت کرتے۔ شادی کے بعد اس نوجوان میں اچانک تبدیلی آ گئی۔ وہ گھر میں داخل ہوتے ہی سیدھا اپنی بیوی

کے کمرے میں چلا جاتا۔ وہیں کھانا کھاتا اور زیادہ وقت کمرے میں ہی گزارتا۔ صبح ماں باپ' بہن بھائیوں سے ملے بغیر کام پر چلا جاتا۔ اس طرزِ عمل سے گھر والے محسوس کرتے کہ اُن کی زندگی میں ایک خلا سا پیدا ہو گیا ہے۔ ضروری یہ ہے کہ اس خلا کو پُر کیا جائے۔ بسا اوقات ایسے میں ناراضگی کا ماحول پیدا ہوتا ہے اور چند ہی دنوں میں ماتھے شکن آلودہ ہو جاتے ہیں۔ پھر چہ میگوئیاں' حسد و نفرت' طعن و تشنیع' کھلم کھلا مخالفت اور ہوتے ہوتے بات یہاں تک پہنچتی ہے کہ بیٹے سے کہا جاتا ہے: بوریا بستر اٹھاؤ اور چلتے بنو۔ ساس بہو کو الزام دیتی ہے کہ میرا بیٹا جس کی سعادت مندی میں مجھے کبھی شبہ نہیں ہوا' تمہارے اس گھر میں قدم رکھنے کی دیر تھی کہ اس نے آنکھیں پھیر لیں۔ ذرا سوچیں' اس موقع پر اگر لڑکے کے والدین افہام و تفہیم سے کام لیتے تو یہ معاملہ کچھ دنوں تک ہی رہتا' پھر حالات معمول پر آ جاتے۔ اس موقع پر حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے' لیکن ہمارے ہاں خاندان والے ایسی ایسی باتیں بناتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ ایسے معاملات میں بیٹے اور بہو کو پیار سے سمجھایا جائے' ان کی تضحیک نہ کی جائے۔ معاملات کو سلجھانے کی کوشش کی جائے۔ ایک دوسرے پر الزامات لگانے سے بہتر ہے کہ مل بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کیا جائے۔

میاں بیوی کے تنازع کی وجہ عموماً کوئی تیسرا فرد ہی ہوتا ہے جو معمولی باتوں کو ہوا دے کر جھگڑے کو بڑھاتا ہے۔ اس کا تعلق سسرال سے ہوگا یا میکے سے۔ اس لیے شریعت نے لڑکی کو سمجھایا ہے کہ دیکھو نکاح سے پہلے تمہاری ایک ماں تھی' اب دو مائیں ہیں اور دو باپ ہیں۔ اسی طرح لڑکے کو بھی بتا دیا ہے کہ اب ساس سسر بھی گویا تمہارے والدین ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ساس اور سسر کو ماں باپ کا درجہ دیا ہے۔ چناں چہ لڑکی کو چاہیے کہ خاوند کے گھر والوں کو خوش رکھے اور خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے گھر والوں کی عزّت و تکریم کرے۔ خوش گوار ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے یہ ناگزیر ہے۔

عائلی زندگی سے متعلق اسلام کی تعلیمات

اسلام زندگی کے ہر پہلو کے متعلق رہنمائی دیتا ہے' جس میں عقائد' عبادات' عائلی و معاشرتی نظام' معاشی' سیاسی و عدالتی نظام شامل ہیں۔ معاشرتی نظام بگڑ جائے تو صحیح اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔ اس وقت معاشرے میں میاں بیوی اور ساس بہو کے حوالے سے تنازعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ یہ جھگڑے خاندان کے افراد کا ذہنی سکون برباد کر دیتے

ہیں۔ بچوں پر مضر نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں‘ جو تا زیست ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ عدم تحفظ اور احساسِ کمتری کا شکار ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے جھگڑوں کے نتیجے میں خاندان ٹوٹ جاتے ہیں۔ طلاق کے اکثر واقعات غصہ کی کیفیت یا وقتی رنجش کی بنا پر پیش آتے ہیں۔ اس کے بعد تعلقات میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ بچوں کو زندگی میں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور میاں بیوی بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔ صلح کے تعلق سے فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِہِمَا فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہٖ وَحَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہَا ۚ اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیۡنَہُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا ﴿۳۵﴾﴾ (النساء)

’’اور اگر تمہیں زوجین کے باہمی تعلقات بگڑ جانے کا خدشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کر لو‘ اگر وہ دونوں صلح چاہتے ہوں تو اللہ ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔‘‘

دونوں کی طرف سے مقرر کردہ حکم/ پنچ میاں بیوی کے درمیان صلح کی راہ تلاش کرنے بیٹھیں گے اور تحقیق کریں گے کہ ان کے درمیان تنازع کے کیا اسباب ہیں! اس ضمن میں مندرجہ ذیل نکات پر توجہ رکھیں:

تنقیص: سب سے پہلا اور مہلک عمل تنقیص ہے۔ زوجین کو ایک دوسرے سے شکایتیں ہونا تو فطری ہے مگر جب شکایت تنقیص کی صورت اختیار کر جائے تب مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شکایت اور تنقیص کے فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ لہٰذا حکم کا کام ہے کہ تنقیص کو روکے۔

توہین و تحقیر: تنقیص کے بعد توہین کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اس کی مثال بدزبانی اور برے القاب کا استعمال ہے۔ یہ بدترین عمل ہے جو دوسرے کو غصہ پر اُکساتا ہے۔ اس کے نتیجے میں تنازع بڑھتا ہے۔ ایک فریق توہین کرتا ہے تو دوسرا اس کا جواب اپنے دفاع میں دیتا ہے۔ پھر الزام تراشی شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے معاملہ مزید پیچیدہ ہوتا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یَظْلِمُهُ وَلَا یَخْذُلُهُ وَلَا یَحْقِرُهُ، اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا (وَیُشِیْرُ اِلٰی صدرہ ثلاث مرار) بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ))

(صحیح مسلم)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ اس پر ظلم نہیں کرتا' اسے بے یار و مدد گار نہیں چھوڑتا' اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ تقویٰ یہاں ہوتا ہے (اور آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا)۔ کسی شخص کے شر کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔''

مدافعت: ایک فریق توہین کرتا ہے تو دوسرا فریق اپنا دفاع کرنے میں لگ جاتا ہے' اس طرح تیسرا عمل (مدافعت) وجود میں آتا ہے' جس کی عملی صورت دوسرے فریق پر الزام رکھنے کی ہوجاتی ہے۔ گویا یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں' ساری خرابیاں آپ میں ہیں' مجھ میں کوئی برائی نہیں۔ اس طرح مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ مزید بڑھتا ہے۔

سرد مہری اور بات چیت میں تعاون نہ کرنا: درجِ بالا تینوں عوامل کے بعد چوتھے عمل یعنی سرد مہری اور بات چیت میں عدم تعاون کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ عمل مردوں سے زیادہ عورتوں میں عام ہے۔ ایک فریق دوسرے کو نظر انداز کرتا ہے۔ کسی بات کا جواب نہیں دیتا' جس سے پہلا فریق اور غصہ میں آجاتا ہے۔

جذبات کی رو میں بہ جانا: ایک فریق کا رویہ اگر جذبات کے تابع ہو جائے تو یہ اشارہ ہے کہ نکاح اب طلاق کے خطرے سے دوچار ہے۔ جذبات کے غلبے کا مطلب ہے دوسرے فریق کی تنقیص' توہین اور اس پر الزام تراشی۔ ایسا رویہ دوسرے فریق کو مشتعل کرتا ہے۔ بہت سے افراد جذبات کے غلبے کے تحت بات چیت سے دوری اختیار کرتے ہیں یا گفتگو سے الگ ہوجاتے ہیں' جواب ہی نہیں دیتے۔ جواب نہ دینا منفی رویے سے تو بچاتا ہے مگر یہ طلاق کی طرف لے جا سکتا ہے۔

اصلاح کی کوشش کی ناکامی: اصلاحی کوششوں کے ناکام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اب طلاق ہونا ہی ہے۔ اس کے باوجود اصلاح کی کوششوں سے اس مرحلے میں بھی مسئلہ کا حل نکل سکتا ہے۔ بعض اقدامات مؤثر ہوتے ہیں' جیسے معافی مانگنا' معاف کرنا یا مسکرانا۔ اس طرح کی روش اصلاح کی کوشش کہلائے گی۔ فریقین ماضی کے منفی واقعات دہراتے ہیں تو تعلقات کی ایک مسخ شدہ تصویر ابھرتی ہے جو رشتوں کے مستقبل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ حَکم کا کام یہ ہے کہ ماضی کے ناخوش گوار معاملات و واقعات کا ذکر نہ ہونے دے۔ اسلام میاں بیوی کے اختلافات دور کرنے کی تاکید اور صلح کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔

صلح کے نتائج

میاں بیوی کے درمیان صلح سے خاندان کا وجود کٹنے پھٹنے سے محفوظ رہتا ہے۔ خاندانی زندگی قائم رہتی ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں تو اولاد کو پُرامن اور مستحکم تربیت گاہ میسر ہوتی ہے۔ خاندانی جھگڑوں کا اصل سبب یہ ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی فریق اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی کررہا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں لوگوں کی تحقیر‘ مذاق اڑانا‘ بدگمانی‘ تجسس‘ غیبت‘ چغل خوری اور بہتان تراشی جیسے عیوب عام ہیں۔ عام طور پر یہ عادتیں برائیاں سمجھی ہی نہیں جاتیں۔ مرد ہوں یا خواتین‘ باہمی گفتگو اکثر انہی چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ حَکَم کو ذی علم‘ دیانت دار اور نیک نیت ہونا چاہیے۔ وہ صدق دل سے چاہتے ہوں کہ زوجین میں اصلاح ہوجائے۔ اس کے لیے اخلاص کے ساتھ کوشش بھی کریں۔ چاہیے کہ دونوں حَکَم میاں بیوی کے اختلاف کی وجہ تلاش کریں‘ انہیں سمجھائیں بجھائیں اور اصلاح پر آمادہ کریں تو اللہ کی مدد بھی شامل حال ہوگی۔

ایک سنہری اصول

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے اُمّ درداء رضی اللہ عنہا سے کہا: ’’اگر مجھے غصہ آئے تو مجھے راضی کرنا اور اگر تمہیں غصہ آئے گا تو میں تمہیں منا لوں گا‘ اور اگر ایسا نہ ہوا تو بہت جلد ہمارے درمیان جدائی ہوجائے گی۔‘‘ (روضۃ العقلاء لابن حبان)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ابلیس نے پانی پر تخت بچھا رکھا ہے۔ اُس کے کارندے دنیا میں جاتے ہیں‘ کارروائیاں کرتے ہیں اور پھر واپس آکر اُسے رپورٹ دیتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں جگہ جا کر یہ کام کیا‘ دوسرا آتا ہے کہ میں نے فلاں شہر میں جا کر یہ حرکت کی ہے۔ شیطان کے دربار میں سب سے زیادہ شاباش اُس کو ملتی ہے جو بتاتا ہے کہ میں فلاں گھر گیا اور وہاں اتنا جھگڑا ڈالا کہ میاں بیوی میں طلاق ہوگئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابلیس اپنے تخت پر کھڑا ہوتا ہے‘ اسے اپنے سینے سے لگاتا ہے اور اس کی پشت تھپتھپاتا ہے کہ اصل کام تو نے کیا ہے۔

گھروں کو دینی ماحول سے آباد کریں

سرورِ کائنات محمد عربی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا)) (صحیح مسلم' ح:۱۸۲۱)

''گھروں میں (بھی) نماز پڑھا کرو' اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔''

گھروں میں اگر قرآن مجید کی تلاوت ہوگی' نماز ہوگی' ذکر ہوگا' درود شریف کا ورد ہوگا اور خیر کی باتیں ہوں گی تو فرشتے اللہ کی رحمت لے کر آئیں گے۔ اگر گھر میں نماز اور درود و اذکار سے غفلت ہوگی تو پھر شیطان اور اس کے کارندے ہی آئیں گے۔ فرشتوں یا شیاطین میں سے جو بھی گھر آئے گا' اس کے گھر پر اثرات ہوں گے۔ چناں چہ ہمارے تمام مسائل کا حل قرآن وسُنّت کو مضبوطی سے تھام لینا ہے' اس کے علاوہ ہمارے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں رسول کریم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارا گھر جنت نظیر بن جائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

❁❁❁

بقیہ: اہتمام وانصرامِ نوم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے جب کہ میں اپنے پیٹ کے بل یعنی اوندھا لیٹا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر اپنے پاؤں سے مجھے متوجہ کیا اور فرمایا: ''جندب (حضرت ابوذرؓ کا نام ہے)! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس طرح لیٹنا دوزخیوں کا طریقہ ہے۔'' (سنن ابنِ ماجہ)

- سب کو معاف کر کے سونا
- فرائض ادا کر کے سونا
- اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اور توبہ کر کے سونا۔ دنیا کا سب سے بڑا رِسک بغیر توبہ کیے سونا ہے۔
- وصیت کر کے سونا

❁❁❁

دعوتی، تحریکی اور انقلابی نقطۂ نظر سے

سوشل میڈیا کا استعمال

آصف حمید ☆

پچھلے کچھ سالوں سے میں اپنے خطابات اور تحریروں میں سوشل میڈیا کے فتنے، اس کی برائیوں اور معاشرے پر اس کے مضر اثرات کے حوالے سے آگاہی دینے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ اس مضمون کے عنوان سے قاری یہ تاثر لے سکتا ہے کہ اب میں اس کو استعمال کرنے کی ترغیب دے رہا ہوں۔ پہلے یہ Disclaimer ذہن میں رکھیے کہ سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے مراد اس کی خباثتیں ہیں جو اپنی جگہ پر موجود ہیں، اور جو باتیں پہلے اس حوالے سے کہی گئی ہیں وہ اپنی جگہ پر درست ہیں، بلکہ آئے دن یہ معاملہ شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔

میلکم ایکس ایک افریقی نژاد امریکی تھا، حقوقِ انسانی کا علم بردار ایک انقلابی مسلمان رہنما۔ امریکہ کی تاریخ میں اس کا نام بڑے زور شور سے لیا جاتا ہے کہ تبدیلی کا نعرہ اس نے بلند کیا تھا اور سیاہ فام قوم کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ میڈیا کے حوالے سے اس نے کہا:

> *" The media is the most powerful entity on earth. They have the power to make the innocent guilty and to make the guilty innocent, and that is power. Because they control the mind of masses ".*

میلکم ایکس کے دور میں سوشل میڈیا نہیں تھا تو اس نے صرف مروّجہ میڈیا کے بارے میں یہ بات کہی۔ آج سوشل میڈیا کے حوالے سے مَیں اس بیان کو کم از کم سو (۱۰۰) سے ضرب دیتا ہوں۔ عرب سپرنگ سے آج تک عرب ممالک کے علاوہ دنیا بھر میں جہاں بھی عوامی بغاوت یا اکھاڑ پچھاڑ اور تباہی ہو رہی ہے، یا ہوتی رہی ہے، سوشل میڈیا نے اس میں بڑا اہم

☆ ناظم شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن و تنظیم اسلامی

کرادارادا کیا ہے۔اس طاقت سے مثبت کام بھی لیا جا سکتا ہے اگرچہ آج کل منفی کام زیادہ لیا جا رہا ہے‘ افواہوں کے ذریعے وغیرہ وغیرہ۔لوگوں کا نقطہ نظر تبدیل کیا جاتا ہے۔ایک بات کو اتنی مختلف جہتوں سے بار بار پیش کیا جاتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں شاید یہی بالکل سچ ہے۔سوشل میڈیا کے اثرات کے حوالے سے اگر دیکھیں تو امریکہ کے صدارتی الیکشن میں جیتنے والے امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ کی مہم کا ایک بہت بڑا ذریعہ ٹویٹر تھا۔اس سے قبل جب وہ ہارا تھا‘ تب بھی سوشل میڈیا ہی کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔

لہٰذا اس بات کو اب تسلیم کر لینا چاہیے کہ میڈیا خصوصاً سوشل میڈیا کی برائیوں کے ساتھ ساتھ اس کے اندر لوگوں کی سوچ اور زاویہ نظر تبدیل کرنے اور ایک حد تک ان کو متحرک کرنے کی طاقت موجود ہے۔اصل کام یہ ہے کہ اس طاقت کو مثبت مقاصد کے لیے بھرپور طریقہ سے استعمال کیا جائے۔اس لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنا دعوتی وفکری کام لوگوں تک پہنچانے کے لیے اس ذریعہ کو استعمال کرنا ہوگا۔

سیرت النبی ﷺ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُس وقت کے ذرائع ابلاغ کو اختیار کیا۔اس حوالے سے میڈیا کے تین ذرائع سامنے آتے ہیں:

(۱) حج اور میلوں کے موقع کے پر نبی اکرم ﷺ کا ان میں جانا جہاں لوگ کھیل تماشے اور شعروشاعری کے لیے جمع تھے۔وہاں کے مضر اثرات اور برائیوں سے پاک رہتے ہوئے ان لوگوں میں دعوتِ دین پیش کرنا۔یہ سوشل نیٹ ورکنگ کی بہترین مثال ہے۔

(۲) کوہِ صفا پر کھڑے ہوکر ”بریکنگ نیوز“ دینا۔اس میں بھی جو مروجہ غلط طریقہ کار تھا برہنہ ہوکر کھڑا ہونے کا تو اس کو چھوڑ کر آپ ﷺ پورے ساتر لباس کے ساتھ کھڑے ہوئے اوردین کی دعوت دی۔

(۳) تیسرا میڈیم تھا وہ خطوط جو نبی کریم ﷺ نے مختلف فرماں رواؤں کو لکھے۔

الحمدللہ‘ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پہلے میڈیا کی اہمیت کو سمجھ لیا تھا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی کے اوائل ہی میں اس کو دعوتِ قرآن اور اقامتِ دین کے پیغام کو پھیلانے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں اس وقت اخبارات اور ایک سرکاری ٹیلی ویژن (پی ٹی وی) ہوا کرتا تھا۔پی ٹی وی پر آپ کے کئی پروگرام ہوئے‘ تاہم

سلسلہ وار پروگرام ’’الہدیٰ‘‘ کو عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ پاکستان اور انڈیا میں لوگ یہ پروگرام شروع ہونے سے پہلے ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ سوشل میڈیا تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا تھا۔ جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے کی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقاریر اور تحریروں میں کافی رہنمائی فراہم کی ہے۔ کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

(۱) ’’دعوت و ابلاغ کے لیے اپنے زمانے میں جو بھی مروجہ طریقے ہوں‘ ان سب کو اختیار کیا جانا چاہیے۔ البتہ اگر حیا اور شرافت کے منافی کوئی شے ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔‘‘

(عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: صفحہ ۲۳‘ طبع اوّل: جولائی ۲۰۰۱ء)

(۲) ’’پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا سمیت دورِ جدید کے تمام ذرائع ابلاغ انقلابی نظریے کی تشہیر و اشاعت کے لیے استعمال کیے جانے چاہئیں۔‘‘

(رسولِ انقلاب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریقِ انقلاب: صفحہ ۱۹‘ طبع اوّل: ستمبر ۲۰۰۴ء)

(۳) ’’ابلاغ کے لیے ہر دور میں جو بھی ذرائع میسر ہوں گے‘ وہ بھرپور طریقے پر استعمال کیے جائیں گے۔‘‘ (جہاد و قتال فی سبیل اللہ: صفحہ ۱۵‘ طبع اوّل: اپریل ۲۰۰۱ء)

(۴) ’’اسلام کی اشاعت کے لیے اپنے دور میں ہر ذریعہ تبلیغ اختیار کریں۔ ہاں‘ یہ احتیاط ضرور کی جائے کہ وہ ذریعہ حرام نہ ہو۔ اگر ہم ابلاغ کے جدید ذرائع کو چھوڑ دیں گے تو گویا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماریں گے۔‘‘

(سیرتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام: صفحہ ۲۳۴‘ طبع اوّل: اکتوبر ۲۰۱۳ء)

(۵) ’’ابلاغ‘ تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لیے جو بھی وسائل ممکن ہوں‘ اختیار کیے جانے چاہئیں۔‘‘

(مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب (جلد دوم): صفحہ ۲۳‘ طبع ہشتم: اپریل ۲۰۱۹ء)

(۶) ’’پہلے کبھی صرف گلیوں‘ بازاروں میں گھوم پھر کر لوگوں کو جمع کر کے دعوت دی جا سکتی تھی‘ یا لوگوں کو کھانے پر بلا لیا جاتا اور ان کے سامنے کوئی بات رکھی جاتی۔ لیکن اب جلسے ہو سکتے ہیں‘ کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا سمیت دورِ جدید کے تمام ذرائع ابلاغ انقلابی نظریے کی تشہیر و اشاعت کے لیے استعمال کیے جانے چاہئیں۔‘‘ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ہم: صفحہ ۴۲۹‘ طبع دوم: جولائی ۲۰۱۴ء)

بانی محترم نے ویڈیو ریکارڈنگ اس وقت شروع کرائی جب علماء کیمرے اور ویڈیو

ریکارڈنگ کو حرام سمجھتے تھے اور اس کی حرمت کے فتوے دیتے تھے۔ آپ اندازہ کریں کیسا معاملہ بدلا ہے کہ آج وہی علماء اس میڈیم کو بڑے ذوق وشوق سے استعمال کر رہے ہیں۔ اُس وقت تو بہت مخالفت ہوتی تھی لیکن بہر حال اب کچھ نہ کچھ لوگ اس کے قائل بھی ہو گئے ہیں۔ الحمدللہ' ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی دُور اندیشی اور معاملہ فہمی کا نتیجہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے آج بانی محترم کے آڈیو' ویڈیو content کا بہت بڑا خزانہ ہمارے پاس ہے۔ اس کے زیادہ تر حصے کو ہم انٹرنیٹ' سوشل میڈیا اور ویب سائٹ کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ ان ذرائع کے استعمال کے حوالے سے بانیٔ محترم نے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر مزید فرمایا کہ:

''اب آیئے جہاد بالقرآن کی طرف۔ ظاہر بات ہے کہ یہ باللسان ہے لیکن اس میں اضافہ کیجیے کہ بالقلم بھی ہے۔ اور اضافہ کیجیے کہ اسی لسان اور قلم کا معاملہ جدید ٹیکنالوجی نے بہت آگے بڑھا دیا ہے۔ یہ آڈیوز بھی ہیں' ویڈیوز بھی ہیں۔ یہ سیٹلائٹس کا ذکر ابھی آپ نے سنا ہے' کیبل ٹی وی کا ذکر ہے۔ جتنے بھی ذرائع ابلاغ ہیں' انٹرنیٹ ہے' جو بھی ہے اس کا بھرپور استعمال کرنا اُمّت کا فرضِ منصبی ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کرتی ہے' اگر وہ سمجھتی ہے کہ صرف پرانے طریقے پر ہی قرآن کی دعوت' تعلیم اور تبلیغ کے ساتھ چلنا چاہیے تو یہ درحقیقت خود اپنے مقصد سے ایک طرح کی بے وفائی ہے۔ اس کی جواب طلبی ہوگی' اس لیے کہ ظاہر بات ہے ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (الانفال:۶۰) میں جہاں اُس وقت گھوڑے پالنا' تلواریں رکھنا اور نیزے' ڈھالیں فراہم کرنا تھا' اسی طرح اب آپ کو معلوم ہے ایٹم بم بنانا اور تمام اسلحہ جو بھی ممکن ہے' اس کو حاصل کرنا ہے۔ اسی طریقے سے جہاد بالقرآن کے لیے اِن تمام ذرائع ابلاغ کا استعمال کرنا لازم ہے' ضروری ہے۔ کوتاہی کی جائے گی تو اُمّت گویا کہ جواب دہ ہوگی۔ اِن تمام ذرائع کا بھرپور استعمال کرنا لازم ہے۔''

اس بارے میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے مزید فرمایا:

''جو بھی زمانے کے ذرائع ابلاغ ہوں اُنہیں بھرپور استعمال کرو' ہاں ان میں جو شے حرام ہو اسے کاٹ دو۔ باقی یہ کہ اگر اسے استعمال نہیں کرو گے تو اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارو گے۔ باطل ان ذرائع ابلاغ کو استعمال کرے گا اور تم استعمال نہیں کرو گے تو مار کھاؤ

گے۔ع ''ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے'' کے مصداق اپنے ساتھ اس حق کو بھی لے ڈوبو گے کہ جس کو تم استعمال نہیں کر رہے ہے۔ زمانے کے اندر جو بھی چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں ان کو استعمال کرو' البتہ ان میں کوئی خراب شے ہے' حرام ہے تو اسے نکال دو۔''

اور:

''پھر اس کو پھیلایا جائے' عام کیا جائے۔ پھیلانے کے لیے جو ذرائع اب میسّر ہیں' انہیں استعمال کیجیے۔ پہلے کبھی صرف سٹریٹ پریچنگ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ یا تو بازار لگا ہوا ہو تو وہاں جا کے لوگوں کو جمع کر کے کوئی بات کہہ دی' یا لوگوں کو کھانے پر بلایا اور کوئی بات کر لی۔ اب جلسے ہو سکتے ہیں' کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ ابلاغ کے جتنے بھی ذرائع ہیں' جیسے الیکٹرانک میڈیا' پرنٹ میڈیا' اِن سب کو استعمال کیجیے۔ 'Whatever means of communications are available to you. انہیں use کرو۔''

مختلف مواقع پر بانی محترم رحمہ اللہ نے مروّجہ ذرائع ابلاغ کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا' وہ آپ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ سوشل میڈیا کی پیدائش بانیٔ محترم رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی ہے۔ جب بانی محترم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو اُس وقت سوشل میڈیا ابھی اُٹھ رہا تھا اور اس حد تک عام نہیں ہوا تھا کہ وہ ہر ایک کے موبائل پر آ چکا ہو۔ دو تین پلیٹ فارمز تھے جن کا استعمال زیادہ ہوتا تھا۔ میرا حسنِ ظن اور گمان یہ ہے کہ اگر بانی محترم کے علم میں یہ چیز بھی ہوتی تو وہ اِس کو استعمال کرنے کے حوالے سے بھی اپنی تاکید بھرپور انداز میں بیان فرماتے۔

سوشل میڈیا کے مشہور پلیٹ فارمز میں فیس بک' یوٹیوب' انسٹاگرام' ٹویٹر' ٹک ٹاک' سنیک ویڈیو' ساؤنڈ کلاؤڈ شامل ہیں۔ واٹس ایپ تو بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ یہ وہ پلیٹ فارمز ہیں جو آپ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور استعمال کر رہا ہوگا' کاروباری' تفریحی یا تعلیمی لحاظ سے۔ لٰہذا وہ تمام حضرات جو اِن پلیٹ فارمز میں سے کسی کو بھی استعمال کر رہے ہیں' بانی محترم کے ان اقتباسات کو پڑھنے کے بعد اپنے اوپر یہ لازم کر لیں کہ سوشل میڈیا کے جس جس پلیٹ فارم کو بھی وہ استعمال کر رہے ہیں اسے ان سب کو دعوت رجوع الی القرآن اور دعوتِ تنظیم کے لیے بھی استعمال کریں۔ دعوت رجوع اِلی القرآن اور دعوتِ تنظیم کے حوالے سے کچھ اقدامات ضروری ہیں:

(۱) مستند مواد مستند جگہ سے حاصل کریں۔

بانی محترم رحمہ اللہ کے کلپس اور لوگ بھی بنا رہے ہیں۔ ہم ان کی نیتوں سے واقف نہیں ہیں۔ بہت سے لوگ بانی محترمؒ کے کلپس اس طرح کے بنا رہے ہیں کہ جس سے کسی ایک خاص فرقے کی تائید یا تنقیص ہو رہی ہو۔ بعض لوگ فروعی مسائل کو اٹھانا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کا اگر کوئی ایسا بیان ہے جس سے باقی علماء اختلاف کر رہے ہیں' تو کسی طرح ڈاکٹر صاحب کی حیثیت کو کم تر کیا جائے۔ مثال کے طور پر ایک فرقہ کی شر انگیزی یہ ہے کہ بانی محترمؒ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آڈیو بیان اس طرح ایڈٹ کر کے عام کیا جا رہا ہے جس سے تاثر یہ ملتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ بشمول تینوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی افضل ہیں' حالانکہ اس تقریر میں بانی تنظیم نے واضح طور پر فرمایا کہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔ یہ ایک مثال ہے' جس کے ذریعہ آج بھی یہ آڈیو شر انگیزی پھیلا رہے ہیں۔

مستقبل میں مصنوعی ذہانت (AI) کی مدد سے اس بات کا امکان بھی موجود ہے کہ کوئی ایسی تقریر یا کلپ بانی تنظیم کی آواز میں بنا لیا جائے جو بات انہوں نے کبھی کی ہی نہیں۔ لہٰذا اس بات کی اہمیت بہت زیادہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ مواد کہاں سے شیئر ہو رہا ہے' اکاؤنٹ کس کا ہے اور اس اکاؤنٹ کی پوسٹس کا مجموعی معیار کیا ہے۔ چنانچہ بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ یا امیر محترم کا جو بھی کلپ آئے' اس کو شیئر کرنے سے قبل دیکھ لیں کہ وہ کہاں سے آیا ہے' ورنہ اس بات کا امکان ہے کہ ہم کسی ایسی چیز کو نیک نیتی سے شیئر کرنے لگ جائیں جو مطلوب نہ ہو اور جس کو شیئر نہیں ہونا چاہیے۔

بحمد اللہ' تنظیم اسلامی اور مرکزی انجمن خدام القرآن کے پلیٹ فارمز سے بہت کام ہوا ہے اور ان تمام پلیٹ فارمز کے اوپر ہم نے آفیشل اکاؤنٹس بنائے ہوئے ہیں' جن کے لنکس اس تحریر کے آخر میں درج ہیں۔ یوٹیوب کے ۱۲ چینل ہیں۔ فیس بک کے ۴ پیجز ہیں۔ انسٹا گرام جو کہ یوتھ کے اندر بہت پاپولر ہے' اس پر ہمارے پاس ۱۶ اکاؤنٹس ہیں۔ ٹک ٹاک کے ہمارے پاس ۱۲ اکاؤنٹس ہیں۔ پن ٹرسٹ کا ایک اکاؤنٹ ہے۔ ساؤنڈ کلاؤڈ صرف آڈیوز ہیں جس کے اندر ہمارا پورا چینل ہے۔ واٹس ایپ کے ۳ چینلز چل رہے ہیں۔ ٹیلی گرام کے ۲ چینلز ہیں۔ پھر ہماری ویب سائٹس موجود ہیں۔ اگر آپ ان تمام کو وزٹ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ کس محنت اور ذمہ داری کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ تمام مواد موجود ہے اور منتظر ہے کہ آپ کام کریں۔

(۲) اِن آفیشل پیجز‘ آفیشل چینلز اور آفیشل اکاؤنٹس کو سبسکرائب اور فالو کریں تاکہ آپ کی رسائی صحیح اور مستند مواد تک ہو سکے۔ ان کے علاوہ کسی ایسے چینل کو سبسکرائب نہ کریں جو ڈاکٹر صاحبؒ کو بظاہر تو دکھا رہا ہے لیکن وہ ہمارا آفیشل نہیں ہے۔

(۳) اِن آفیشل چینلز پر جو بھی مواد اَپ لوڈ ہو رہا ہے‘ اس کو اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ سے شیئر کرنا شروع کریں۔ جب آپ شیئر کریں گے تو آپ کے جاننے والوں میں‘ اعزّہ واقرباء میں‘ کاروباری دوستوں میں جو بھی وہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز استعمال کر رہے ہیں ان کو نظر آنے لگے گا۔ ایک ہلکا سا کلک ہے بس۔ اتنی کرنے کی تو ہمت ہے نا ہمارے پاس!

(۴) اپنے جاننے والوں کو‘ اپنی فیملی کو‘ دوستوں‘ اعزّہ واقرباء کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اِن چینلز کو سبسکرائب کریں۔ جب وہ سبسکرائب کرلیں گے تو آپ کا آدھا کام آسان ہو جائے گا۔ وہ ایسے کہ ان چینلز کو سبسکرائب یا فالو کرنے کے بعد جب بھی وہ اپنی سوشل میڈیا ایپس کھولیں گے تو ہم نے جو نیا مواد اَپ لوڈ کیا ہوگا وہ خود بخود ان کے سامنے آجائے گا اور اس سے وہ استفادہ کر سکیں گے۔

(۵) واٹس ایپ کا استعمال: واٹس ایپ کے استعمال کے ذریعہ دعوت کا کام بہت تیزی اور مؤثر انداز میں ہوسکتا ہے۔ اس کے ذریعے درج ذیل کام کیے جاسکتے ہیں:

i) ویڈیو کی صورت میں جو دعوتی مواد شیئر کرنا ہو تو اس کا لنک کاپی کر کے واٹس ایپ میسج کی شکل میں بھیجا جاسکتا ہے۔

ii) آڈیو‘ ویڈیو‘ امیج یا پی ڈی ایف تنظیم اسلامی یا انجمن خدام القرآن کی ویب سائٹ وغیرہ سے ڈاؤن لوڈ کر کے واٹس ایپ کے ذریعہ شیئر کر سکتے ہیں۔

iii) تنظیم اسلامی کے مرکزی واٹس ایپ کے ذریعہ سے ویڈیو کلپس‘ آڈیو خطاباتِ جمعہ‘ پریس ریلیز کے امیجز وغیرہ مسلسل بھیجے جاتے ہیں۔ ان کو واٹس ایپ کے ذریعہ شیئر کیا جاسکتا ہے۔

iv) واٹس ایپ پر شیئر کرنے کے لیے دعوتی مواد کے ہر نمبر کو انفرادی طور پر شیئر کیا جاسکتا ہے۔ واٹس ایپ گروپس بنائے جاسکتے ہیں‘ براڈ کاسٹ لسٹ بنائی جاسکتی ہے اور واٹس ایپ کمیونٹی بنائی جاسکتی ہے۔

v) اپنے تمام contacts کو کسی بھی کیٹیگری میں ڈال کر ان کا واٹس ایپ گروپ یا

براڈ کاسٹ لسٹ بنائیں۔ مثلاً گھریلو افراد‘ خاندان‘ دوست‘ کلاس فیلوز‘ کاروباری دوست‘ intellectuals‘ علمی شخصیات‘ سرکاری ملازم وغیرہ۔ ان کو حسبِ موقع بانی تنظیم رحمہ اللہ اور امیر تنظیم کے کلپس وغیرہ بھیجنا شروع کریں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کو جلدی جلدی اتنا زیادہ مواد نہ بھیجنا شروع کر دیں کہ وہ بے زار ہو جائیں اور آپ کے شیئر کیے گئے مواد کو دیکھنا چھوڑ دیں یا آپ کو بلاک کر دیں۔

vi) جب بھی کوئی اہم دن آتا ہے تو اس کے حوالے سے کلپس تیار کر کے تنظیم اسلامی کے مرکزی واٹس ایپ اور ہمارے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر اَپ لوڈ اور شیئر کر دیے جاتے ہیں۔ ایسے کلپس کو تو فوراً شیئر کیا جا سکتا ہے‘ کیونکہ موقع اور حالات کی مناسبت سے کلپس کو لوگ زیادہ توجّہ سے سنتے اور شیئر کرتے ہیں۔

اکثر اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ رفقاءِ تنظیم اس معاملے میں جھجک سے کام لیتے ہیں۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھی شاید اس کو وہ اہمیت نہیں دے رہے جو دینی چاہیے۔ شیئر نہ کرنے کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں:

i) ہم اس مواد کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ دوسرے اس سے استفادہ کریں۔

ii) لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ یہ مواد ان کو سنایا جائے۔

iii) ہم اس خزانے پر سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ نہ اس سے خود استفادہ کرنا ہے اور نہ کسی اور کو کرنے دینا ہے۔

اگر ہم نے شعوری طور پر دعوتِ رجوع الی القرآن اور اقامتِ دین کی جِدّ و جُہد کو اپنے لیے پسند کیا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ ہم اسے دوسروں کے لیے پسند نہ کریں۔ حدیث مبارکہ ہے: ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ))(متفق علیہ) ’’تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔‘‘ اس حدیث کے مصداق تو جس کام کو اپنے لیے پسند کیا ہے اور تنظیم میں شمولیت کی ہے تو اولین خواہش اور کوشش تو یہ ہونی چاہیے کہ قریبی احباب‘ رشتہ دار اور متعلقین بھی اس کام میں شامل ہوں۔ لہٰذا یہ کلپس جہاں موجود ہیں وہاں آپ نے صرف شیئر کا بٹن دبانا ہے اور وہ شیئر ہو جائے گا۔ اگر تمام رفقاء ایسا کریں گے تو یہ چیز وائرل ہو جائے گی۔ اور آج

جب کوئی چیز وائرل ہوتی ہے تو ہر طبقہ اُس کو دیکھتا ہے کہ بھئی ہر طرف سے یہ بات آ رہی ہے' کچھ تو ہے' کچھ تو سنیں اس کو' کچھ تو دیکھیں۔ جب وہ وائرل ہی نہیں ہوگی تو اس کی وہ اہمیت نہیں ہوگی اور کم لوگوں تک پہنچے گی۔

آخر میں اس بات کا اعادہ کرنا مقصود ہے کہ بانی محترمؒ بھی جدید ٹیکنالوجی کے استعمال پر زور دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اگر ہم ان کو استعمال نہیں کریں گے تو جواب دہی ہوگی۔ دیکھیے علمی اور فکری خزانہ ہمارے پاس موجود ہے اور وہ مستقل آپ کے پاس بھی موجود ہے۔ نیٹ پر بھی پڑا ہوا ہے۔ اس علمی خزانہ پر ہم سانپ بن کر نہ بیٹھیں کہ نہ خود استفادہ کر رہے ہوں نہ اوروں کو کرنے دیں۔ ایسا معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔ چیزیں موجود ہیں' بس ہماری تھوڑی سی توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اُمید ہے کہ جو حضرات اس دعوتی کام میں کسی بھی وجہ سے حصہ نہیں لے پا رہے تھے وہ اس حوالے سے بھی متحرک ہوں گے کہ کم از کم اس فکر کو' اس پیغام کو جس حد تک ممکن ہو' اپنے جاننے والوں میں پھیلا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین!

ذیل میں سوشل میڈیا کے تمام اکاؤنٹس دیے جاتے ہیں:

YOUTUBE

Tanzeem-e-Islami
https://www.youtube.com/tanzeemorg

Dr. Israr Ahmed Official (Full Lectures)
https://www.youtube.com/drisrarra

Dr. Israr Ahmed
https://www.youtube.com/c/DrIsrarAhmed1

Ask Dr. Israr
https://www.youtube.com/c/AskDrIsrar

Dr. Israr Ahmed Speeches
https://www.youtube.com/@DrIsrarSpeeches/

Paigham-e-Israr
https://www.youtube.com/PaighamEIsrar

Bayan Ul Quran
https://www.youtube.com/BiyanulQuran

Muntakhab Nisab

https://www.youtube.com/@MuntakhabNisab

Voice of Dr. Israr Ahmed

https://www.youtube.com/c/VoiceofDrIsrarAhmed

Dr. Israr Ahmed English Lectures

https://www.youtube.com/c/DrIsrarAhmadEnglish

Dr Israr Ahmed Bayan

https://www.youtube.com/@Dr_Israr_Ahmed_Bayan

Zamana Gawah Hai

https://www.youtube.com/zamanagawahhai

INSTAGRAM

Tanzeem e Islami Official

https://www.instagram.com/tanzeemorg/

Dr. Israr Ahmed Official

https://www.instagram.com/drisrarofficial/

Voice of Dr. Israr

https://www.instagram.com/voiceofdrisrar/

Dr. Israr Ahmed Clips

https://www.instagram.com/dr_israr_ahmed_official1/

Dr. Israr Ahmed Speeches

https://www.instagram.com/drisrarahmedspeeches/

Dr. Israr Ahmed Bayan

https://www.instagram.com/bayanbydrisrarahmed/

FACEBOOK

Tanzeem-e-Islami Official

https://www.facebook.com/official.tanzeem/

Dr. Israr Ahmed Official

https://www.facebook.com/doctorisrarofficial/

Light Of Islam Dr Israr

https://www.facebook.com/doctorisrarahmadra

Speeches by Dr Israr Ahmed

https://www.facebook.com/speechesbydrisrarahmed

TWITTER

Tanzeem e Islami Official

https://twitter.com/tanzeemorg

Dr. Israr Ahmed Official

https://twitter.com/DrIsrarOfficial

TELEGRAM

Group : Dr. Israr Ahmed Official

t.mc/drisrar1

Channel : Dr. Israr Ahmed Official

t.me/drisrarahmad786

WEBSITES

www.tanzeem.org

www.drisrar.com

https://khuddamulquran.org/

https://quranacademy.edu.pk/

TIKTOK

Dr Israr Ahmad official Tiktok Account(drisrarahmadofficial123)

https://www.tiktok.com/@drisrarahmedofficial123

Dr Israr Speeches Tiktok Account(drisrarspeeches)

https://www.tiktok.com/@drisrarspeeches

SNACKVIDEO

Dr. Israr Ahmed SNACKVIDEO 1(Dr Israr Ahmed)

https://www.snackvideo.com/@DrIsrarAhmedOfficial

Dr Israr Ahmed SNACKVIDEO 2(Dr Israr Ahmed Official)

https://sck.io/u/@drisrar1/dkjQ0qdR

Dr Israr Ahmed SnackVideo3(DrIsrarofficial)

https://sck.io/u/@drisrarofficial/zOpxqdz1

WHATSAPP

Dr. Israr Ahmed Whatsapp Channel

https://whatsapp.com/channel/0029VaDJGKrDuMRXQ33ldu3d

WhatsApp Channel Tanzeem-e-Islami

https://whatsapp.com/channel/0029VaCdjLZEawdyn84nzB0f

وقت کی قدر

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مشہور ہے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ جو وقت گزر جاتا ہے وہ ہرگز واپس نہیں آتا۔ ہر شخص کو وقت کی ایک مخصوص مقدار ملتی ہے جسے عمر کہتے ہیں۔ اگر وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو حسرت اور افسوس کے سوا اسے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ گھڑی وقت کا پیمانہ ہے۔ یہ کہیں رکتی نہیں بلکہ لگاتار چلتی رہتی ہے۔ اگر ہماری گھڑی خراب ہو جائے اور رک جائے تو وقت نہیں رکتا۔

انسان کے بچپن اور لڑکپن تو کھیل کود میں گزر جاتے ہیں۔ پھر سنجیدہ عمر آجاتی ہے جب اس پر ذمہ داریوں کا بوجھ پڑتا ہے۔ اگر وہ یہ وقت گنوا دیتا ہے تو اپنا اس قدر نقصان کرتا ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ دانش مندی یہ ہے کہ وقت سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ آنے والے وقت کو یاد رکھا جائے اور موجود وقت اس طرح گزارا جائے کہ اس کے لمحات سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے' ورنہ زندگی گھاٹے میں گزرے گی۔ ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

انسان کسی غلط فہمی میں نہ رہے کہ یہ کام پھر کر لوں گا۔ اگلا وقت اپنے کام ساتھ لائے گا۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔ وقت سے فائدہ اٹھانے والے لوگ جب اس کے اچھے نتائج پاتے ہیں تو خود کو شاباش دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جنہوں نے وقت کی قدر نہیں کی' اُن کے حصے میں ناکامی آتی ہے اور وہ ہمہ وقت حسرت کا شکار رہتے ہیں۔

قدرت کا نظام دیکھ لیجیے۔ چاند اور سورج اپنی حرکات میں ایک لمحہ بھی تعجیل یا تاخیر نہیں کرتے۔ رات اور دن اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اوقات کے مطابق شروع اور ختم ہوتے ہیں۔ ہر فصل کے بونے اور کاٹنے کا وقت قدرت کی طرف سے معیّن ہے۔ کسان بروقت فصل بوئے گا

تو بھرپور انداز میں پھل پائے گا۔ اگر وہ غفلت کرے اور وقت پر بیج نہ ڈالے تو وہ پھل سے محروم رہے گا۔ یہ بات صرف کسان پر منحصر نہیں بلکہ ہر کارکن اور پیشہ ور اپنے وقت کی قدر کرتا ہے تو فائدہ اٹھاتا ہے۔

اچھے طالب علم درس گاہ میں اپنے اساتذہ کے اسباق کو غور سے سنتے ہیں۔ گھر میں اپنے اوقات کو مضامین کے اعتبار سے تقسیم کرتے ہیں۔ چنانچہ امتحان کا دن آتا ہے تو وہ اس کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ امتحان کے آغاز اور اختتام کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ جن بچوں نے سارا سال محنت کی ہوتی ہے' وقت سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہوتا ہے وہ امتحانی پرچے کو وقت کے اندر حل کر لیتے ہیں۔ انسان کے لیے سب سے قیمتی متاع وقت ہے جس کے صحیح استعمال سے وہ کامیاب و کامران ٹھہرتا ہے اور اپنی منزل کو پا لیتا ہے۔

وقت کی صحیح قدر و قیمت کا پتا اُس وقت چلتا ہے جب وہ ختم ہو رہا ہوتا ہے' یعنی موت کا فرشتہ جان لینے آ جاتا ہے۔ اس وقت انسان کہتا ہے کہ ربّ تعالیٰ کیوں نہ اس وقت کو ابھی کچھ دور رکھتا تاکہ میں اچھے کام کر لیتا اور وہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کر لیتا جو جوڑ جوڑ کر سنبھال کے رکھا تھا۔ مگر اس وقت مہلت ختم ہو چکی ہو گی' یعنی فائدہ اٹھانے کا وقت بیت چکا ہو گا۔ اس زندگی کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

یہ زندگی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی اور انسان سے قبر میں ہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یعنی موت آتے ہی انسان کو دنیا میں گزارے ہوئے وقت کی قدر معلوم ہو جائے گی۔ پھر روزِ محشر جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری ہو گی اور اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ زندگی کن مشاغل میں گزاری اور دولت کیسے کمائی' کہاں خرچ کی؟ تو اُس وقت اسے سمجھ آ جائے گی کہ کاش میں وقت کی قدر کرتا اور وہ کام کرتا جو مجھے کامیاب کر دیتے۔ مگر اُس وقت کا یہ پچھتاوا کسی کام نہ آئے گا۔ وہ کہے گا کہ مجھے ایک دفعہ واپس دنیا میں بھیج دیا جائے تو میں نیک کام کروں گا یعنی وقت کو اچھے کاموں میں گزاروں گا' لیکن وقت کی ناقدری کا انجام عذاب کی صورت میں سہنا پڑے گا۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی کوتاہیوں سے توبہ کر لے اور آنے والے وقت میں اچھے کاموں میں لگانے کا پختہ عہد کر لے۔

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

- خوبصورت قرآنی رسم الخط
- تفسیری سائز
- عمدہ امپورٹڈ کاغذ
- معیاری طباعت
- دیدہ زیب ٹائٹل
- مضبوط مراکو جلد

2560 صفحات پر مشتمل، چار جلدوں میں

مکمل سیٹ کی قیمت: 9600 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاهور

36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

Feb. 2025
Vol.74

Regd. CPL No.115
No.2

Monthly Meesaq Lahore